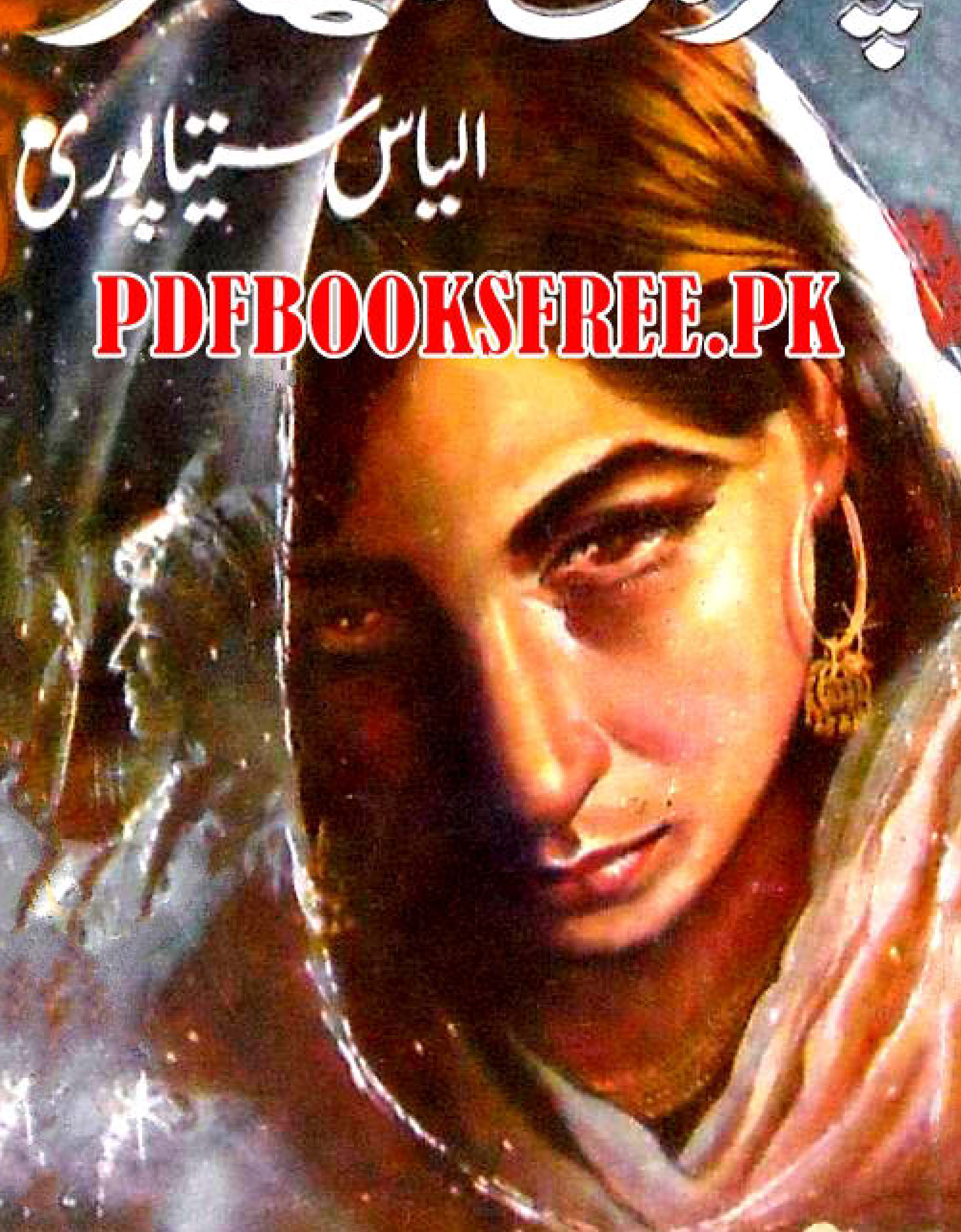
پارسائی کا خمار

الیاس سیتاپوری



پارسائی کا خمار

گجرات کے حکمرانوں نے احمد آباد کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور اس شہر کو اپنے عہد کا عروس البلاد بنا کر رکھ دیا۔ اس شہر کو دریائے سابرمتی کے کنارے احمد شاہ نے ۸۱۵ھ میں آباد کیا تھا۔ قلعہ تعمیر ہوا، قلعے کے اندر شاہی محل اور دوسری شاندار عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ دربارِ شاہی سے متصل تین بڑے بڑے پختہ ایوان تعمیر کرائے گئے اور ان کا نام ترپولیہ رکھ دیا گیا۔ ان کی تعمیر اور استحکام میں گچ اور چونے سے کام لیا گیا تھا شہر کے بازاروں کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بازار کی کسی بھی سڑک سے دس چھکڑے پہلو بہ پہلو نکل سکتے تھے۔ یہیں ایک جامع مسجد بھی تھی اور امراء اور دوسرے بڑے منصب داروں کے محلات اور مکانات بھی، یہ سب پختہ تھے لیکن عام لوگوں کی رہائش گاہیں مٹی کی بنی تھیں، اس شہر نے زمانے کے بڑے نشیب و فراز دیکھے تھے۔

یہاں کتنی ہی بغاوتیں ہوئیں اور کچل دی گئیں۔ باغیوں میں اپنے بھی تھے اور غیر بھی۔ گجرات کے ساتویں حکمران سلطان مظفر شاہ گجراتی کے بعد یکے بعد دیگرے اس کے تین بیٹوں نے حکمرانی کے مزے لوٹے، سلطان سکندر، اس نے صرف تین ماہ سترہ دن حکومت کی، اس کے بعد اس کے بھائی سلطان محمود نے چار ماہ حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بھائی سلطان بہادر خان بادشاہ بن بیٹھا اور اس نے پندرہ سال تین ماہ حکومت کی۔ ان تینوں کے چوتھے بھائی لطیف نے کئی بار کوشش کی کہ وہ بھی سلطان یا بادشاہ کہلاتے لیکن ناکام رہا۔ اس نے بغاوت کی اور گرفتار ہوا، شہزادہ لطیف تو بے نیل و مرام اور حکمرانی کی حسرت لیے رخصت ہو گیا مگر پسماندگان میں شہزادے محمود کو چھوڑ گیا، اس نے بھی اپنے چچا سلطان بہادر خان کے خلاف ناکام بغاوت کی اور اسیر ہو کر مالوے کے شہر برہان پور روانہ کر دیا گیا، کیونکہ ان دنوں برہانپور پر

سلطان بہادر خان کے بھانجے میراں محمد شاہ فاروقی کی حکومت تھی۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے شہزادے محمود کو قلعے کے قید خانے میں ڈال دیا۔

سلطان بہادر خان اپنے بھائی شہزادہ لطیف مرحوم اور بھتیجے شہزادہ محمود سے اتنا برہم تھا کہ اس نے اپنی زندگی ہی میں وصیت کر دی کہ اس کے بعد اس کا بھتیجا محمود برسرِ اقتدار نہیں آئے گا اور سلطان بہادر خان کا بھانجا اور والی برہانپور میراں محمد شاہ فاروقی کو نامزد کر دیا گیا۔ لیکن من در چہ خیالم و فلک در چہ خیال کے مصداق، سلطان بہادر خان کی موت کے بعد اس کا بھانجا اور والی برہان پور، میراں محمد شاہ فاروقی ابھی برہانپور سے نکلا بھی نہ تھا کہ موت نے پکڑ لیا اور احمد آباد کے امراء کو مجبوراً اسیر شہزادے محمود کا خیال آیا۔ ان امراء نے متفقہ طور پر اختیار خان نامی امیر کو برہانپور روانہ کر دیا اور اس کو یہ اختیار دیا کہ شہزادے محمود کو مرحوم میراں محمد شاہ فاروقی کے بھائی میراں مبارک سے چھڑوا کر احمد آباد لے آئے لیکن جب برہان پور کے حکمران نے شہزادے محمود کی حوالگی سے انکار کیا تو اختیار خان نے اس کو دھمکی دی اور صاف صاف بتا دیا کہ اگر شہزادے محمود کو اس کے حوالے نہ کیا گیا تو احمد آباد کے امراء ایک لشکر جرار لے کر برہان پور پر حملہ آور ہو جائیں گے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے اور اسیر شہزادے کو اپنے ساتھ لے کر احمد آباد واپس چلے جائیں گے۔ یہ دھمکی کارگر ثابت ہوئی اور والی برہان پور نے شہزادے محمود کو اختیار خان کے حوالے کر دیا۔ گجراتی امراء نے شہزادے کو سلطان محمود ثانی کے نام سے تخت پر بٹھا دیا۔ چونکہ اس نئے حکمران کو اختیار خان لے کر آیا تھا اس لیے اختیار خان کو مختارِ کل بنا دیا گیا، سلطان محمود ثانی اختیار خان کا احسان مند تھا، اور یہ اس احسان کا عملی صلہ تھا جو نئے بادشاہ نے ادا کیا تھا۔

دربار میں دریا خان اور عماد الملک نامی دو امیر اختیار خان کے اتنے خلاف ہوئے کہ دونوں نے سازش کر کے اختیار خان کو قتل کر دیا۔ نیا بادشاہ محمود ثانی اس کشمکش کو بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا، اس نے اپنے محسن کے قاتلوں کو سزا دینے کے بجائے عہدے اور مراتب سے نوازا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اگر اس نازک مرحلے میں وہ امراء کی سازشوں میں کسی کا دشمن یا فریق بن گیا تو یہ چالاک امراء بڑی آسانی سے اس کی چلتی پھرتی کر دیں گے۔ چنانچہ اس نے اختیار خان کی موت کے بعد دریا خان کو وزیر اور عماد الملک کو امیر الامراء مقرر کیا۔

پھر کچھ عرصہ بعد دریا خان اور عماد الملک کے درمیان چل گئی۔ بادشاہ پریشان تھا

کہ وہ کسی کی مخالفت اور کسی کی حمایت کرے، ایک اور امیر عالم خان آگے بڑھا اور بادشاہ کو اعتماد میں لے کر دریا خان اور عماد الملک کو گجرات سے نکال باہر کیا۔ اب بادشاہ، عالم خان کا احسان مند تھا، جس نے اس کو دو موذی امیروں سے نجات دلائی تھی۔ بادشاہ نے عالم خان کو اپنا وزیر بنا لیا۔

اب سلطان محمود کسی قدر مطمئن اور بے فکر ہو گیا تھا، اس نے ملکی نظم و نسق چلانے کے لیے لائق اور تجربہ کار آدمیوں کو آگے بڑھایا اور خود ایسے منصوبوں پر غور کرنے لگا، جن سے اس کی بادشاہی اور امارت کا پُرشکوہ اظہار عرصے تک ہوتا رہے۔ اس نے حکم دیا کہ احمد آباد سے بارہ کوس دور ایک نیا شہر محمود آباد بسایا جائے۔ حکم کے ساتھ ہی شہر کی تعمیر کا کام تیزی سے شروع ہو گیا۔

رات کو ملک کی بہترین رقاصاؤں اور مغنیاؤں کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آلاتِ موسیقی سجا دیئے گئے اور خوشامدی اور باتوں سے سماں باندھ دینے والے مصاحبین نے بادشاہ کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ بادشاہ نے اپنی محفلِ طرب کو سنوارنے کے لیے بڑی فکر و کاوش سے کام لیا تھا۔ موٹے موٹے ستونوں پر مختلف رنگوں کے مخملوں کو لپیٹ دیا گیا تھا۔ نظروں کے سامنے چند گز کے فاصلے پر سبزہ زار تھا۔ یہاں چھوٹے چھوٹے درختوں کی قطاریں بڑے سلیقے سے محوِ خواب تھیں۔ درختوں کی شاخوں اور پتوں پر کافوری شمعیں روشن تھیں گویا وہ درختوں پر اُگ رہی ہوں۔ شاخوں اور پتوں سے چھن چھن کر آنے والی مدھم روشنی سے خوابیدگی کا تاثر قائم ہو رہا تھا۔ بادشاہ کے بے تکلف امراء اور مصاحبین نظریں بچا بچا کر کبھی تو اس حسین منظر کو دیکھ لیتے اور کبھی یگانۂ روزگار مہ وشوں کو دیکھنے لگتے۔

بادشاہ اس پُرکیف ماحول میں از خود رفتہ ہو رہا تھا لیکن نئی نئی بادشاہت کی وجہ سے بادشاہ میں ابھی زیادہ بے حیائی نہیں آئی تھی اور وہ اپنے امراء سے خوفزدہ بھی تھا، کیونکہ یہاں کسی امیر کا کوئی اعتبار نہ تھا۔ بادشاہ نے اپنے امراء اور مصاحبین پر ایک سرسری نظر ڈالی اور رقاصاؤں کو حکم دیا کہ وہ اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔

سازندوں نے ساز چھیڑے اور خوبرو رقاصاؤں نے گھنگھرو چھنکائے پھر بادشاہ، مقربین اور مصاحبین کے روبرو شعلے لپکنے لگے، پتلی پتلی کمر والے نازک اندام یوں لہراتے گویا وہ محوِ پرواز ہوں اور محفل کے دیکھتے ہی دیکھتے فضا میں گم ہو جائیں گے۔ ان کے جسم پر چپکے اور کسے ہوئے مخصوص لباس نے دلکش اور حسین اعضاء کو چار چاند لگا دیئے

تھے۔ دورانِ رقص ان کی متحرک آنکھیں اور مسکراتے ہونٹ محفل پر بجلی گرا رہے تھے۔ یوں تو ہر رقاصہ لاجواب تھی لیکن ان میں ایک، دوسروں کے مقابلے میں غیر معمولی تھی، اس کا سراپا، اعضاء میں بے مثل تناسب، بجلی کی طرح تیزی سے حرکت کرتا جسم، شوخ و شریر متحرک آنکھیں۔

بادشاہ کی نظریں بار بار اس پر جاتیں اور رک جاتیں۔ مقربین اور مصاحبین بھی بادشاہ کی اضطراری کیفیت کا اندازہ لگا چکے تھے اور یہ غیر معمولی رقاصہ بھی اپنی جگہ یہ سمجھ چکی تھی کہ اس نے اپنے حسن اور دلکش اداؤں سے بادشاہ کو مغلوب کر لیا ہے، وہ دل ہی دل میں بے حد خوش تھی کہ اس نے ایک بہت بڑا شکار کر لیا ہے۔ چند ثانیوں کے لیے اس نے سوچا کہ کہیں بادشاہ نیم زخمی شکار کی طرح نہ رہ جائے اور وہ خوش فہمی میں یہی سوچتی رہے کہ بادشاہ اس کے حسن اور اداؤں کا اسیر ہو چکا ہے اور بادشاہ نیم زخمی شکار کی طرح بچ کر نکل جائے۔ اس نے بادشاہ کو بالکل بے بس اور زخمی کر دینے کا ارادہ کر لیا۔

وہ نرم و نازک حسین تتلی کی طرح تھرتھراتی ہوئی بادشاہ کے پاس چلی گئی اور اس کے چہرے کے سامنے جھک کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور پوچھا۔ "کیا یہ ناچیز بادشاہ کو خوش کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے؟"

بادشاہ نے گھبراہٹ میں کوئی جواب نہ دیا، گم صُم نظریں چرانے لگا۔

ایک مصاحب نے رقاصہ سے کہا۔ "تم نے اگر یہ محسوس کر لیا ہے کہ ہم سب کی جان اور مال کے مالک، بادشاہ کا تیری جانب رجحانِ خاص ہو رہا ہے تو یہ تیرا فرض تھا کہ بادشاہ کی ایما پاتے ہی آگے بڑھتی اور بادشاہ کو حظ و کیف سے سرشار کر دیتی۔"

رقاصہ ناچتے ناچتے بادشاہ کے قدموں میں جا گری اور سیدھے پاؤں کی انگلیوں کو فرطِ جوش میں بوسہ دیا۔ بادشاہ نے اپنا پاؤں کھینچ لینا چاہا لیکن رقاصہ نے اسے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ دوسری رقاصاؤں کی توجہ بادشاہ کے پاؤں اور رقاصہ کے والہانہ برتاؤ کی طرف ہوئی تو اس سے ان کے رقص کا انہماک جاتا رہا، ان کے فن کا توازن برقرار نہ رہا اور وہ سب بڑے بے ڈھنگے پن سے اپنے رقص میں مشغول رہیں۔ دیکھنے والوں کو ہنسی آ گئی۔ انہوں نے رقاصۂ خاص سے کہا۔ "اے حسین تتلی! ہم سب یہ دیکھ رہے ہیں کہ تو اپنی ہم پیشہ اور ہم مشرب خواتین کی محسود قرار پا چکی ہے، ہوشیار باش ہو جانا۔"

بادشاہ نے رقاصہ کے کان میں دہشت زدہ لہجے میں کہا۔ "اے دل رُبا رقاصہ الامان

محفل کا کچھ تو خیال کر، سب کی نظریں اور سب کی توجہ ہم دونوں پر ہے، میرا پاؤں چھوڑ دے تاکہ میں ندامت سے بچوں!"

رقاصہ رو رہی تھی، سسکیاں لیتے ہوتے بولی "اے بادشاہ! میں نے اس پاؤں تک پہنچنے کے لیے عبادت بھی کی ہے اور ریاضت بھی اور بالآخر جب میں یہاں تک پہنچ چکی ہوں تو میں کسی کے کہنے سننے سے انہیں کس طرح چھوڑ دوں؟"

بادشاہ نے پوچھا "رقص کے علاوہ بھی تجھ کو کچھ آتا ہے؟"

رقاصہ نے جواب دیا "جی جہاں پناہ۔ میں مغنیہ بھی ہوں اور بزعم خود کہہ سکتی ہوں کہ جس طرح میں رقص میں اپنا ثانی نہیں رکھتی، اسی طرح میں مغنیہ بھی لاجواب ہوں۔"

بادشاہ اندر سے تڑپ اٹھا، پوچھا "سچ؟ لیکن میں نے تیرا گانا تو ابھی تک سنا ہی نہیں؟"

رقاصہ نے عرض کیا "اگر حضورِ والا گانے کی اجازت مرحمت فرمادیں تو یہ ہمارے حق میں ایک قسم کی نعمت ہوگی۔"

بادشاہ نے حاضرینِ محفل سے کہا "میرے معزز مقربین و مصاحبین! اس عورت کا دعویٰ ہے کہ یہ جتنی اچھی رقاصہ ہے اس سے کہیں زیادہ اچھی مغنیہ بھی ہے، میں اس کو گانے کا حکم دے رہا ہوں۔"

حاضرینِ محفل سانس روک کر بیٹھ گئے، محوِ رقص لڑکیاں اور عورتیں جہاں تھیں، وہیں خاموش بیٹھ رہیں۔

بادشاہ نے رقاصہ سے کہا "اے بے مثل حسین رقاصہ! میں تیرے گانے سے پہلے تیرا نام جان لینا چاہتا ہوں۔"

رقاصہ نے ایک ادائے خاص سے لجا کر جواب دیا "بندی کو چاندنی کہتے ہیں۔ ویں حضور جس نام سے چاہیں مخاطب فرمائیں، کیونکہ صحیح نام وہی ہوتا ہے جو کسی کو اس کے جسم و جاں کا مالک دیتا ہے۔"

بادشاہ نے کہا "تو بہت باتونی معلوم ہوتی ہے اور میں یہ خامی بھی محسوس کر رہا ہوں کہ تو بہت جذباتی اور بے دھڑک عورت ہے اور اپنے جذبات کی رو میں بہنے کے دوران یہ بھی بھول جاتی ہے کہ تو کس سے اور کس طرح مخاطب ہے، تجھ کو حفظِ مراتب کا خیال تو رکھنا ہی چاہیے۔"

ایک امیر نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے چاندنی کو ڈانٹ دیا "چالاک لڑکی! اپنی زبان کو قابو میں رکھ اور جہاں پناہ کو شیشے میں اتارنے کی کوشش نہ کر۔ بادشاہ کا دل خوش کر اور ہمیشہ کے لیے گمنامی میں چلی جا، کیونکہ بادشاہ ہمیشہ تازہ شے کی خواہش کرتے ہیں، انہیں باسی اور جھوٹی چیزوں سے رغبت نہیں ہوتی۔"

چاندنی اداس ہوگئی اور بادشاہ کو سرسری نظروں سے دیکھ کر گانے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے اجازت دے دی۔ چاندنی نے ایک فراقیہ غزل شروع کر دی بہار نے اس کی آواز کے جادو میں غیر معمولی اضافہ کر دیا۔ ہر کان اس کا معترف تھا کہ پہلے کبھی ایسی سریلی اور رسیلی آواز سننے میں نہیں آئی، دل اس کا اقرار کر رہے تھے کہ زندگی میں پہلی بار ایسی پرسوز آواز سنی تھی، جس نے ان کے ہوش و حواس میں آگ لگا کر مضطرب اور حواس باختہ کر دیا تھا۔ چاندنی ایک گھنٹے تک گاتی رہی، اس وقفے میں پوری محفل چاندنی کے اختیار میں چلی گئی تھی۔ دوسری رقاصائیں اور مغنیائیں اپنی باری کا انتظار کرتی رہیں مگر بادشاہ کی بے تابی اور وارفتگی کا یہ حال تھا کہ وہ چاندنی کو بار بار گانے کا حکم دے رہا تھا۔ اب حاضرین محفل کو اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ چاندنی نے بادشاہ کو مغلوب اور مفتوح کر لیا ہے اور شاید وہ دن دور نہیں ہے جب چاندنی کسی نئے نام اور خطاب کے ساتھ ملکۂ عالیہ بن چکی ہو۔

اس رات بادشاہ نے چاندنی کے علاوہ کسی پر کوئی توجہ ہی نہ دی۔ صبح سے ذرا پہلے جب محفل برخاست ہوئی تو بادشاہ چاندنی کو اپنے ساتھ لے کر محل میں چلا گیا اور امراء کو اس شش و پنج میں چھوڑ گیا کہ وہ چاندنی اور بادشاہ کے تعلق کے پیشِ نظر کون سا واضح لائحہ عمل اختیار کریں جو مستقبل میں ان کے حق میں مفید اور سود مند ثابت ہو۔ بعض امراء یہی چاہتے تھے کہ بادشاہ کو اس سے زیادہ چکروں میں پڑ کر حکومت اور سیادت سے لاتعلق رہنا چاہیے تاکہ امراء کی دال گلتی رہے اور وہ من مانی کرتے رہیں لیکن بعض امراء بادشاہ کو چاق و چوبند اور چست و چالاک دیکھنا چاہتے تھے کیونکہ یہ امراء بادشاہ کے اقتدار کو زیادہ طول دینے کی آرزو رکھتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ بادشاہوں کا برسرِ اقتدار رہنا خود بادشاہوں کے حق میں تو مفید ہوتا ہی ہے لیکن اس سے وہ امراء بھی ایک طویل مدت تک عزت و آبرو کی زندگی گزار لیتے ہیں۔

بادشاہ دو دن اور دو راتیں محل میں گزار کر تیسرے دن جب امراء کے سامنے آیا تو اس نے تمام امراء کو بہت خوش و خرم دیکھا، ان سب نے بادشاہ کو مبارک بادیں دیں

اور دبے لفظوں میں یہ بھی بتا دیا کہ بادشاہ کو کسی ایک لڑکی یا عورت کو اتنا وقت نہیں دینا چاہیئے۔ چند امراء نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے یہ مشورہ دیا کہ بادشاہ کے لیے عورتوں اور لڑکیوں کی کیا کمی، مگر گوہر شناس بادشاہ نے چاندنی کے انتخاب سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک بلند پایہ اعلیٰ مذاق کا حامل انسان ہے۔ اس لیے بادشاہ اگر چاندنی کو ملکہ بنائے تو بادشاہت کو چار چاند لگ جائیں گے۔

لیکن بادشاہ خود عجلت میں کوئی ایسا ویسا فیصلہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

★ ★ ★

چاندنی بھی ہار ماننے والی نہیں تھی، اس نے بادشاہ کو جی بھر کر عیش کرا دیے اور ایک بار بھی کوئی ایسی بات نہ کی جس سے بادشاہ یہ سمجھتا کہ چاندنی محل سرا میں اپنے لیے کسی خاص مقام کی خواہش رکھتی ہے، بادشاہ اس کے رقص و غنا کا عاشق تھا اور جب خلوتوں میں چاندنی کی گرم جوشیاں دیکھیں تو اس کی ان اداؤں نے بھی بادشاہ کو دیوانہ و مفتوں کر دیا لیکن بادشاہ محمود شاہ کا اندازِ فکر دوسروں سے بہت زیادہ مختلف اور منفرد تھا، وہ چاندنی کو بہت زیادہ پسند کرنے کے باوجود اپنے عشق اور اضطراب کو چاندنی یا کسی اور پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اور رہا چاندنی کو ملکہ عالیہ بنانے کا مسئلہ تو وہ فی الحال اس پر غور کرنے کو بھی تیار نہ تھا۔ بادشاہ اپنی دانست میں چاندنی سے تجاہل برت رہا تھا لیکن چاندنی نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے بادشاہ کے دل و دماغ میں سفر کر رہی تھی۔

دو ماہ کے دوران بادشاہ نے چاندنی کو مغالطے میں رکھنے کے لیے کئی اور لڑکیوں اور عورتوں پر مہربانیاں کیں اور اپنے طرزِ عمل سے یہ جتانے کی کوشش کی کہ بادشاہ کی نظر میں چاندنی کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ دوسری طرف چاندنی بھی عاجز و مسکین بنی پڑی رہی اور اس حد تک معصومیت اور سادہ لوحی اختیار کی کہ بادشاہ چاندنی کو بھولپن، سادگی اور کم عقلی کا ایک شاندار پیکر سمجھنے لگا۔

بادشاہ شکار پر جانے لگا تو چاندنی نے اس سے درخواست کی۔ "حضورِ والا! شکار پر تشریف لیے جا رہے ہیں! خدا حضور کو حفظ و امان میں رکھے، اگر حضورِ والا اس مختصر عرصے کے لیے اس ناچیز کو بھی اپنے عزیزوں، رشتہ داروں میں جانے کی اجازت مرحمت فرما دیں تو بڑی کرم فرمائی اور ذرّہ نوازی ہوگی۔"

بادشاہ نے چونک کر پوچھا۔ "کیا تیرے کچھ رشتے دار بھی ہیں؟"

چاندنی نے جواب دیا۔ "کچھ کیا سیکڑوں رشتے دار ہیں۔"

بادشاہ نے دریافت کیا۔ "کہاں؟"

چاندنی نے جواب دیا۔ "اجمیر اور اس کے مضافات میں۔"

بادشاہ نے فکر و تشویش سے پوچھا۔ "اگر میں یہ کہوں کہ اب تو میرے حرم سرا سے باہر نہیں نکلے گی تو تو کیا کہے گی؟"

چاندنی نے جواب دیا۔ "حضورِ والا! جب تک میں آپ کے محل سرا اور مملکت میں ہوں میں آپ کی مرضی اور حکم کے خلاف نہیں جا سکتی کیونکہ ایسا کر کے میں رہوں گی کہاں اور عزت کس طرح حاصل کروں گی۔"

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "چاندنی! میری خواہش ہے کہ تو میری عدم موجودگی میں بھی اسی محل سرا میں رہ۔ میں شکارگاہ میں دو تین ماہ سے زیادہ نہیں ٹھہروں گا اور میں نے تو یہ فیصلہ بھی کر لیا ہے کہ شکارگاہ میں بھی میرا حرم میرے ساتھ رہے گا۔"

لیکن چاندنی نے پھر اصرار کیا۔ "جہاں پناہ! میں حضور کی مرضی اور حکم کے خلاف تو چوں بھی نہیں کر سکتی لیکن میں بار بار یہی درخواست کروں گی کہ حضور اس ناچیز کو اس کے عزیزوں، رشتے داروں سے کم از کم ایک بار تو مل آنے دیجئے۔"

بادشاہ نے پوچھا۔ "اچھا، اگر میں تیری بات مان لوں تو کیا تو واپس آ جائے گی؟"

چاندنی نے جواب دیا۔ "اگر مجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں بادشاہ کے دل و دماغ میں کہیں موجود ہوں تو ضرور واپس آؤں گی ورنہ پھر آؤں گی تو ضرور، لیکن واپس جانے کے لیے۔"

بادشاہ نے کہا۔ "لیکن چاندنی ایسا نہیں ہو سکتا، میں تیرا دل بھی نہیں توڑوں گا اور تیری خواہش رد بھی نہیں کروں گا لیکن جانے سے پہلے تو مجھ سے یہ وعدہ ضرور کرے گی کہ تو واپس ضرور آئے گی۔ فی الحال میں تجھ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ میرے دل و دماغ میں تیرے لیے ایک خاص جگہ ہے اور میں نے تجھ سے زیادہ کسی اور لڑکی کو ابھی تک نہیں چاہا۔"

چاندنی نے سر جھکا کر سوگواری سے بات کاٹ دی۔ بولی۔ "لیکن حضورِ والا! آپ اس وقت جو کچھ کہہ رہے ہیں، اس کا پہلے کبھی تو اظہار کیا نہیں اور حضور کی اسی خاموشی اور اپنی ناقدری کے احساس ہی نے مجھ کو دل برداشتہ کر رکھا ہے۔ میرا دل ٹوٹ گیا ہے اس لیے میں اپنا غم غلط کرنے کے لیے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں میں چلی جانا چاہتی ہوں۔"

بادشاہ نے کہا۔ "اچھا پھر مجھے سوچنے کا موقع دے!"

چاندنی نے جواب دیا۔ "آپ بادشاہ ہیں اور سوچے بغیر ہی کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں، مگر میرا فیصلہ اٹل ہے۔ اگر حضور نے مجھے اجازت نہ بھی دی، تب بھی میں جاؤں گی ضرور!"

بادشاہ نے حیرت سے پوچھا۔ "چاندنی! میں بادشاہ ہوں اور یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ میری مملکتِ محروسہ کی حدود میں میری مرضی اور اجازت کے بغیر کوئی ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا چہ جائیکہ ایک کمزور عورت میرے محل سرا میں من مانی کر جائے، ناممکن، ناممکن!"

چاندنی نے کہا۔ "حضور کو میرے جسم اور اعمال پر قابو حاصل ہے لیکن میرے دل اور دماغ آزاد ہیں اور آزاد رہیں گے، میں محل سرا میں رہ کر بھی ذہنی اور قلبی طور پر اپنے عزیزوں، رشتہ داروں میں چلی جاؤں گی، اور یہ حضور کے بس سے باہر ہے کہ مجھے ایسا کرنے سے باز رکھ سکیں!"

بادشاہ ہنس دیا اور مختصر لفظوں میں چاندنی کی حسِ لطیف اور حُسنِ مذاق کی تعریف کی۔

بادشاہ اپنے امراء اور سپاہیوں کے ساتھ احمد آباد کے مشرقی جنگلوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ چاندنی اور کئی دوسری حسین عورتیں اور لڑکیاں بھی بادشاہ کے ساتھ تھیں، بادشاہ شکار کھیلنے جا رہا تھا، شکار کو ہنکا کر لانے والے بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ داستانیں، حکایتیں اور مزے دار لطیفہ گوئی کرنے والوں نے بادشاہ کو ہر قدم پر شاد کام رکھا۔ اس کو اس پُر لطف اور شاندار ماحول میں اپنا وہ زمانہ بھی یاد آیا جب وہ برہان پور میں زندانی تھا۔ اسے زیرِ قدم راستے مانوس محسوس ہو رہے تھے۔ کیونکہ وہ اسی راستے سے احمد آباد میں داخل ہوا تھا اور جب وہ برہان پور سے چل کر یہ راستہ طے کر رہا تھا تو اس کو ایک فیصد بھی یہ یقین نہیں تھا کہ وہ احمد آباد میں واقعی بادشاہ بن جائے گا بلکہ اس کو یہی یقین تھا کہ اختیار خان اس کو بادشاہت کی طمع دے کر احمد آباد لے جا رہا ہے اور احمد آباد میں داخل ہوتے ہی اس کو ذلیل اور رسوا کر کے قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن آج وہ بادشاہ کی حیثیت سے اپنے زیرِ فرمان لاؤ لشکر کے ساتھ رواں دواں تھا۔

شام کو بادشاہ نے قیام کا حکم دیا اور آناً فاناً خیموں کا شہر آباد ہو گیا۔ بادشاہ اور اس کے حرم کے خیمے درمیان میں تھے، بادشاہ کے بیس محافظ اس کے خیمے کو اپنی

حفاظت میں لیے ہوئے تھے۔

بادشاہ نے مغرب کی نماز اپنے خیمے کے سامنے ایک چھوٹے سے میدان میں ادا کی اور خیموں کے چاروں طرف آگ جلا دی گئی، طلایہ گرد خیموں کے چاروں طرف پہرہ دینے لگے۔ بادشاہ نے عشاء کی نماز کے بعد بے تکلف دربار لگایا اور اپنے امراء اور مصاحبین کو دعوت دی کہ وہ کسی بھی موضوع پر بادشاہ سے بے تکلفانہ اور آزادانہ بات چیت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ بعض جرأت مند امراء اور مصاحبین نے بادشاہ سے عورت، مذہب، حکومت، وفاداری اور غداری پر خوب خوب باتیں کیں۔ ان میں چند مصاحب بالکل خاموش رہے اور انہوں نے نہ تو کسی کی تائید کی اور نہ ہی مخالفت کی۔ ان کی خاموشی زیادہ بکواس کرنے والے امراء اور مصاحبین کو گراں گزری اور انہوں نے ان بے زبانوں کو اپنے حق میں کانٹا یا سنگِ گراں سمجھ کر دفع کرنے کی کوشش کی۔ ایک چرب زبان امیر نے بادشاہ سے کہا۔ "حضورِ والا! اس سفر میں دو چار غلط آدمی بھی آ گئے ہیں، اور یہ لوگ اپنے وجود سے ہم سب کو بدمزہ کر رہے ہیں اس لیے اگر حضور مناسب سمجھیں تو انہیں یہیں سے واپس فرما دیں۔"

بادشاہ نے پوچھا۔ "وہ دو چار آدمی کون ہیں ان کی نشاندہی کی جائے۔"

امیر نے جواب دیا۔ "حضورِ والا! ان میں ایک تو برہان الدین ہے اور دوسرا برکت خان ہے۔ یہ دو تو بالکل ہمارے سامنے ہی موجود ہیں، بقیہ کے لیے حضور کو چند دن مرحمت فرمانا پڑیں گے تاکہ ان کی نشاندہی بھی کر دی جائے۔"

بادشاہ نے ان دونوں امیروں کو اِدھر اُدھر تلاش کیا لیکن وہ موجود نہیں تھے۔ بادشاہ نے بآوازِ بلند حکم دیا۔ "برہان الدین اور برکت خان کو اسی وقت حاضر کیا جائے۔"

ابھی حکم کو چند ثانیے ہی گزرے تھے کہ خدمت گاروں نے برہان الدین اور برکت خان کو بادشاہ کے روبرو کھڑا کیا۔ درباری ان دونوں کو دیکھ کر مسکرانے لگے لیکن ان دونوں کی جرأت اور بے باکی پر بھی دنگ رہ گئے۔ برہان الدین بادشاہ کے روبرو جا کھڑا ہوا اور بادشاہ سے پوچھا۔ "حضور نے ہمیں یاد فرمایا ہے؟"

بادشاہ نے ناگواری سے منہ بنا کر جواب دیا۔ "ہاں میں نے تجھے بلوایا تھا؟"

برہان الدین نے عرض کیا۔ "ارشاد۔ بندہ حاضر ہے!"

بادشاہ نے درشت لہجے میں کہا۔ "میں پوچھتا ہوں کہ جب سارے ہی امراء یہاں

موجود تھے تو تو کیوں غیر حاضر تھا؟"

برہان الدین نے بے باکی سے جواب دیا۔"بندہ پرور! یہ غلام حضور سے بھی بڑے بادشاہ بلکہ بادشاہوں کے بادشاہ، شہنشاہ کے دربار میں کھڑا رسمِ بندگی اور اظہارِ بےچارگی میں مشغول تھا، جب اُدھر سے فرصت ملی تو یہ ناچیز اس چھوٹے سے دربار میں بھی حاضر ہو جاتا۔"

اس جواب نے بادشاہ اور حاضرینِ دربار کو حیرت میں ڈال دیا۔ بادشاہ مرعوب ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی دوسرے غیر حاضر امیر برکت خان کو مخاطب کیا۔"اور تو بتا تو کہاں غائب تھا؟"

برکت خان نے جواب دیا۔"ذرّہ نواز! یہ غلام، شاہی خیمے کے چاروں طرف گھوم پھر کر خطرات کی بو سونگھ رہا تھا، کیونکہ ایک جاں نثار اور وفادار غلام کا یہ فرض ہے کہ جب اس کا آقا دین و دنیا سے بے نیاز ہو کر بزم آراء ہو تو جملہ حواس کو کام میں لا کر بادشاہ کی حفاظت کرے، درباری امراء اور مصاحبین کا اگر یہ کام ہے کہ بادشاہ کو خوش و خرم رکھیں تو مجھ جیسے جاں نثاروں کا یہ کام ہے کہ غافل آقا کی کھلے اور چھپے دشمن سے حفاظت کرے، اپنے بادشاہ کو محفوظ رکھے۔"

برکت خان کے جواب نے بھی بادشاہ کو بہت متاثر کیا۔

بادشاہ نے پوچھا۔"برکت خان! تیرے نزدیک وفاداری کی کیا تعریف ہو سکتی ہے اور یہ کہ ایک مثالی جاں نثار اور وفادار کو کیسا ہونا چاہیئے؟"

برکت خان نے جواب دیا۔"وفاداری اور جاں نثاری وہ ہے جو قول اور فعل سے کی جائے، اور غلام اپنی مرضی، خواہش اور خوشی کو اپنے آقا کی مرضی، خواہش اور خوشی کے تابع کر دے۔"

بادشاہ کو بے پیئے ہی نشہ چڑھ رہا تھا بے اختیار بولا۔"اور کچھ اور؟"

برکت خان نے جواب دیا۔"اور یہ کہ اگر ضرورت پیش آئے تو غلام اپنے آقا کی خاطر اپنی عزیز ترین شے بھی قربان کر دے۔"

بادشاہ نے فرطِ جوش میں کہا۔"برکت خان! میں تجھے آزماؤں گا اور مجھے یقین ہے کہ تو اس آزمائش میں پورا اترے گا۔"

ذرا سی دیر میں برکت خان نے برہان الدین کا اثر زائل کر دیا تھا، بادشاہ نے برکت خان کو اپنے پاس بٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں بیٹھا اور عرض کیا۔"اگر یہ ناچیز

حضور کے پاس بیٹھ گیا تو لوگوں کی نظر میں آقا اور غلام میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔"

بادشاہ نے کہا۔"اچھا، اگر تو میرے پاس بیٹھ نہیں سکتا تو میری پشت پر کھڑا تو ہو سکتا ہے!"

برکت خان نے جواب دیا۔"ہاں، یہ ممکن ہے۔"

اور وہ بادشاہ کی پشت پر، بادشاہ سے پانچ قدم دور جا کھڑا ہوا۔

بادشاہ نے اعلان کیا۔"میں، محمود شاہ ثانی بن لطیف خان والیٔ گجرات اپنے وفادار اور جاں نثار غلام برکت خان کو اعتماد خان کا خطاب دیتا ہوں، اب یہ میرے امراء میں شمار ہوگا، معزز ترین امیر اعتماد خان۔"

حاضرین نے جوش و خروش سے نعرۂ تحسین بلند کیا۔ لیکن بادشاہ اور برکت خان نے ان آوازوں میں چھپے ہوئے حسد اور رقابت کو بھی محسوس کر لیا۔ ان نعرے لگانے والوں میں برہان الدین شامل نہیں تھا۔ بادشاہ کو یہ بات گراں گزری۔ اس نے برہان الدین کو ذرا قریب بلا کر سختی سے کہا۔"اپنی عبادت پر نازاں عابد! مجھے تو تو سخت حاسد اور کینہ توز معلوم ہوتا ہے۔"

برہان الدین کے چہرے پر ناگواری کا ذرا سا بھی اثر نمودار نہ ہوا۔ بولا۔"حضورِ والا! ابھی ابھی برکت خان نے جاں نثاری اور وفاداری کی جو تعریف کی ہے اس کے مطابق میں نے اپنے معبود پر کسی کو ترجیح دینا گوارا نہیں کیا، کیونکہ میں خود بھی ایک وفادار اور جانثار انسان ہوں، خدا کے بعد میں نے حضور کو اپنا آقا تسلیم کیا ہے چنانچہ میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر رکھا ہے کہ جس طرح میں نے اپنے رب اور پروردگار کی بندگی اور اپنے خالق کی عبدیت کا یہ مفہوم لیا ہے کہ شب و روز کے ان اوقات میں، جب کہ مجھے اس کے دربار میں حاضری دینا پڑتی ہے، میں کسی بھی دربار اور سرکار کی پرواہ نہیں کروں گا۔ اسی طرح جب میں کسی ایسی آزمائش میں پڑوں گا۔ جس میں ایک طرف تو اپنی زندگی، اپنی عزت، اپنا مفاد، اپنی خوشی اور اپنی لذت ہو اور دوسری طرف بادشاہ کی مرضی، بادشاہ کی خوشی اور بادشاہ کے حقوق ہوں تو میں اپنا سب کچھ بادشاہ کی خوشی اور مرضی پر قربان کر دوں گا۔"

بادشاہ حیران تھا کہ اس کے ملازمین میں کیسے کیسے وفادار اور جاں نثار موجود ہیں اور اسے ان کی خبر تک نہیں۔ اس نے سوچا کہ اگر ان دو جیسے اسے چند امیر اور مل جائیں تو وہ بے خوف و خطر ایک طویل عرصے تک حکومت کر سکے گا اور دغاباز اور غدار امراء کی

باآسانی سرکوبی کی جاسکے گی۔

بادشاہ نے برہان الدین کو اپنے قریب بلایا۔ "برہان! میرے قریب آجا، تاکہ میں تجھے اچھی طرح دیکھ سکوں!"

برہان الدین نے عاجزی اور انکساری سے کام نہیں لیا۔ وہ بادشاہ کے روبرو جا کھڑا ہوا۔

بادشاہ نے کہا۔ "میں نے تیری باتیں سنیں اور ان پر کسی حد تک یقین بھی کر لیا لیکن میں ان پر پوری طرح یقین اس وقت کروں گا جب تو اپنے قول پر عملاً پورا اتر جائے گا۔"

برہان نے عرض کیا۔ "حضورِ والا! میں نے جو کچھ عرض کیا تھا، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ آپ کو اپنی باتوں پر یقین کرنے پر مجبور کروں، دعوے تو سبھی کرتے ہیں لیکن ان دعووں پر پورے بہت کم اترتے ہیں۔ میں زندگی بھر اسی کوشش میں رہوں گا کہ اس وقت جو کچھ کہا ہے اس پر پورا اتروں اور شرمندگی سے بچا رہوں۔"

پورے دربار کو سانپ سونگھ گیا۔ بادشاہ نے اعلان کر دیا۔ "میں برہان الدین کے کردار اور اس کے تقویٰ سے بہت متاثر اور خوش ہوں، اس لیے میں اس کو اپنے حرم سرا کا نگراں اور محافظ بناتا ہوں۔"

برہان الدین نے دبی آواز میں گزارش کی۔ "حضورِ والا! حرم سرا کی نگرانی اور حفاظت کرنا، بڑا نازک اور آزمائشی کام ہے کیا حضور کوئی اور خدمت میرے لائق نہیں نکالیں گے؟"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "برہان الدین! بہرحال میں نے تجھے بھی اپنے معزز ترین امراء میں شامل کر لیا ہے۔"

حاضرینِ دربار نے ایک بار پھر نعرۂ تحسین بلند کیا اور ان آوازوں میں بھی حسد اور رقابت کی بو محسوس کی جاسکتی تھی۔

بادشاہ نے کچھ دیر بعد دربار برخاست کر دیا اور امراء اور مصاحبین اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے لیکن اس وقت ان کے دلوں پر بڑا بوجھ تھا اور وہ سب ان دونوں امیروں کو نیچا دکھانے اور بادشاہ کی نظروں سے گرانے کی تدبیریں سوچنے لگے۔

امراء کے چلے جانے کے بعد بادشاہ نے برہان الدین اور اعتماد خان کو اسی خیمے میں دوبارہ طلب کر لیا اور جب یہ دونوں بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو برہان الدین

نے بات کرنے میں پہل کی۔ بولا۔ "حضورِ والا کی نوازش اور مرتبہ بخشی نے ہم دونوں کو جملہ امراء کی نظروں میں محسود بنا دیا ہے، اور خدا نہ کرے، مگر اس بات کا بھی امکان ہے کہ یہ امراء بادشاہ سے بھی دشمنی کریں۔"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "میں تیری باتوں سے اتفاق کرتا ہوں لیکن میں تم دونوں کی یافت اور وفاداری سے بہت خوش ہوں اور یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میں تنہا، اکیلا تھا لیکن خدا نے تم دونوں کو غیب سے میری مدد کے لیے بھیج دیا ہے۔ میں انسان نما بھیڑیوں میں گھرا ہوا تھا کہ خدا نے دو اصیل شیروں کو نازل فرما دیا۔ چنانچہ اب میں دغا باز اور مکار امیروں سے ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہوں، میں مطمئن اور خوش ہوں۔ طمانیت اور آسودگی میرے دل و دماغ میں رچ بس گئی ہے۔"

اعتماد خان نے عرض کیا۔ "اس ناچیز کی تو یہ دعا ہے کہ خدا ایسا موقع پیدا فرمائے جب میں اپنے عمل سے اپنے قول کی تصدیق کر سکوں اور حضور کو چکنی چپڑی باتوں سے خوش نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کو ایک گہرے اور بھاری بھرکم حکمراں کی طرح اپنے غدار اور مکار امراء سے بھی اسی طرح پیش آنا چاہیے جس طرح ہم دونوں سے پیش آ رہے ہیں، ہاں ان سے نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے نمٹنے کی کوشش کرنا چاہیے۔"

بادشاہ نے برہان الدین اور اعتماد خان کے تدبّر اور عقلمندی کا بھی اعتراف کیا وہ ان دونوں سے اتنا خوش اور اتنا متاثر تھا کہ ان دونوں کے سامنے چاندنی اور دوسری عورتوں اور لڑکیوں کو لے آیا اور ان سے ان دونوں کی بے حد تعریف کی۔ اعتماد خان نے عورتوں کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا اور دونوں آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن برہان الدین نہایت اعتماد اور شان سے ان سب کے سامنے کھڑا رہا۔

چاندنی نے کسی کو مخاطب کیے بغیر کہا۔ "خوش نصیب ہے وہ حکمراں جس کو ایسے وفادار اور عقلمند خدمت گار میسر آجائیں اور بہت زیادہ خوش قسمت ہے وہ بادشاہ جو انہیں پہچان بھی لے۔ کیونکہ اکثر بادشاہوں کو مردم شناسی کا جوہر نہیں ملا۔"

برہان الدین نے چاندنی کو رشک سے دیکھا، بولا۔ "خاتون! آپ بجا فرما رہی ہیں!"

بادشاہ نے چاندنی سے سوال کیا۔ "تو نے جو کچھ کہا، اس کی وضاحت بھی کر دے۔ کیونکہ تیری باتوں کا مخفی اشارہ کچھ کچھ سمجھ میں تو آگیا ہے لیکن اس کی تصدیق یا تردید خود تیری زبان سے جب تک نہ ہو جائے، میں کسی قطعی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا!"

برہان الدین نے چاندنی کی طرف سے جواب دیا۔ "حضورِ والا! میری ناقص رائے میں یہ خاتون ہم دونوں کے علاوہ بھی کسی کو پہچنوانا چاہتی ہے یعنی اس کا مافی الضمیر یہ محسوس ہوتا ہے کہ بادشاہ نے کسی کو پہچاننے میں تغافل یا تساہل اختیار کر رکھا ہے!"

چاندنی پھر جھک گئی۔ برہان الدین کو داد دیتے ہوئے بولی۔ "بیشک، بیشک، میں بھی کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی وضاحت نہیں کر پا رہی تھی۔"

بادشاہ مسکرایا۔ بولا۔ "چاندنی! میں تیرا مطلب سمجھ گیا، ان دو کے علاوہ تیسری تو ہے جس کو تیری بدگمانی کے مطابق شاید میں پہچان نہیں سکا، لیکن یہ تیری خام خیالی ہے، میں تیرے خلوص، تیری محبت اور تیری وفاداری پر شبہ نہیں کرتا۔ لیکن معلوم نہیں کیوں میں عورتوں پر یقین نہیں کرتا، عورتوں پر اعتبار نہیں کرتا، اور چونکہ تو خود بھی ایک عورت ہے اس لیے میں اپنی مذکورہ نفسی کمزوری کی وجہ سے تجھ کو ان دونوں وفادار امراء کی صف میں جگہ نہیں دے سکتا!"

باتیں کرتے کرتے بادشاہ کی نظر اچانک اعتماد خان پر پڑ گئی جو منہ پھیرے سر جھکائے اور آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا، بادشاہ نے ہنس کر پوچھا۔ "اعتماد خان! کیا بات ہے؟ تو نے یہ کیسی وضع اختیار کر رکھی ہے؟"

اعتماد خان نے جواب دیا۔ "قبلۂ عالم! میں اس وقت تک اسی طرح بیٹھا رہوں گا جب تک کہ یہ لڑکیاں اور عورتیں یہاں موجود ہیں۔ مجھے ان سے ڈر لگتا ہے، خوف محسوس ہوتا ہے۔"

بادشاہ نے حیرت سے پوچھا۔ "خوف؟ کس قسم کا خوف ہے؟"

اعتماد خان نے جواب دیا۔ "قبلۂ عالم! مرد کی سب سے بڑی کمزوری عورت ہے اور میں اپنی اس کمزوری سے خوفزدہ ہوں۔"

بادشاہ نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "اعتماد خان! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ آدمی کو اپنے آپ پر اعتماد رکھنا چاہیئے، اور میں جانتا ہوں کہ تجھ کو خود پر اعتماد ہے اور تو اس اعتماد کو مجروح نہیں کرے گا۔ میں نے اعتماد خان کا خطاب اسی لیے تو دیا ہے کہ تو قابلِ اعتماد اور مضبوط کردار کا نوجوان ہے!"

اعتماد خان نے جواب دیا۔ "بندہ نواز! میں نے آپ کے اعتماد کو قائم اور برقرار رکھنے کے لیے ہی اپنی دونوں آنکھیں بند کر کے منہ پھیر لیا ہے اور سر جھکا لیا ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر میں بہکا اور کسی لغزش کا شکار ہو تو میرے سامنے کوئی راہِ فرار نہ ہوگی اور

مجھ کو خودکشی کر کے مر جانا پڑے گا۔"

بادشاہ نے برہان الدین کی طرف دیکھا۔ "برہان الدین! اعتماد خان جو کچھ کہہ رہا ہے، کیا اس کی باتیں تیری سمجھ میں بھی آ رہی ہیں؟"

برہان الدین نے جواب دیا۔ "قبلۂ عالم! میں اعتماد خان کے خیالات اور احساسات کی قدر کرتا ہوں لیکن ساتھ ہی اس کو وہمی اور کمزور ارادوں کا انسان سمجھنے پر مجبور ہوں جبکہ میں خود بہکی باتیں نہیں کر سکتا اور نہ ہی اعتماد خان کی طرح اپنی آنکھیں بند کر کے منہ پھیر کر اور گردن ڈال کر بیٹھ سکتا ہوں کیونکہ مجھ کو اپنے آپ پر اعتماد ہے اور میں بڑے مضبوط ارادوں کا انسان ہوں۔"

اعتماد خان نے تڑپ کر کہا۔ "برہان الدین یہ دعویٰ نہ کر۔ میری طرح تو بھی اسی آدم کی اولاد ہے جس نے حوّا کے ورغلانے پر اپنی زندگی کا پہلا گناہ کیا تھا، حوّا کی بیٹیوں کے درمیان رہ کر آدم کے بیٹے کس طرح اپنے آپ پر قابو رکھ سکتے ہیں!"

بادشاہ، چاندنی اور دوسری عورتیں اور لڑکیوں کو ان دونوں کی نوک جھونک سے بڑا مزہ آ رہا تھا۔

برہان الدین نے کہا۔ "انہی آدم کی اولاد میں وہ ولی اور پیغمبر بھی تو تھے۔ جنہوں نے حوّا کی بیٹیوں کو اپنے آپ پر غالب نہیں آنے دیا اور پھر اگر تو اتنے ہی کمزور دل اور بودے ارادوں کا انسان ہے تو تو نے اپنے کانوں میں انگلیاں کیوں نہیں دے لیں، کیونکہ یہ ایک مسلمہ اور طے شدہ حقیقت ہے کہ حوّا کی بیٹیاں اپنے سراپا کے علاوہ اپنی سُریلی، رسیلی اور کھنک دار آوازوں سے بھی شکار کر لیا کرتی ہیں!"

اعتماد خان نے بڑی بے بسی سے کہا۔ "برہان الدین! تو درست کہتا ہے لیکن افسوس کہ میں اپنے کانوں کو کس طرح بند کر دوں۔ یہاں آنے سے پہلے اگر مجھ کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ جہاں پناہ مجھ کو عورتوں کے سامنے کھڑا کر دیں گے تو میں معذرت کر کے اس خیمۂ خاص سے باہر ہی رہتا۔ اندر نہ آتا۔"

بادشاہ کو اعتماد خان کی ادائیں بہت اچھی لگ رہی تھیں۔ اس کو اعتماد خان پر رحم آ گیا، بولا۔ "اعتماد خان! میں تیرے جذبوں کو قدر کی نظروں سے دیکھتا ہوں، تو اگر باہر جانا چاہتا ہے تو جا سکتا ہے، میں تجھ سے کسی اور وقت باتیں کر لوں گا۔"

اعتماد خان تیزی سے اٹھا۔ "جہاں پناہ! میں آپ کا شکرگزار ہوں۔"

اور منہ پھیرے پھیرے فوراً ہی خیمے سے نکل گیا۔

برہان الدین کو یہ خیال اذیت پہنچا رہا تھا کہ بادشاہ اس بے وقوف نوجوان کے احمقانہ وسوسوں کو خواہ مخواہ اہمیت دے رہا ہے۔ بادشاہ نے اعتماد خان کے جانے کے بعد کہا۔ "یہ عجیب و غریب ـــــــ نوجوان ہے۔ میں حیران ہوں کہ اس دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں۔"

برہان الدین نے اعتماد خان کا مذاق اڑایا۔ "جہاں پناہ! مجھ کو تو اعتماد خان کی باتوں میں تصنع اور مبالغہ محسوس ہوتا ہے، یا تو یہ نوجوان انتہائی سادہ اور احمق ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو بڑا چالاک، مکار، عیار اور منافق نوجوان ہے اور اس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے!"

بادشاہ نے کہا۔ "برہان الدین! ہو سکتا ہے کہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ درست ہو لیکن جب تک یہ نوجوان تجربوں اور واقعوں سے کچھ ثابت نہ کر دے، میں بدظنی یا بدگمانی کا شکار نہیں ہونا چاہتا۔"

برہان الدین نے جواب دیا۔ "حضور بجا فرماتے ہیں، بادشاہوں کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے غلاموں کو جانچے پرکھے بغیر کچھ سے کچھ سمجھ لیں۔ ویسے میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی شخص صدقِ دل اور خلوص سے صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو جاتا ہے تو برائیاں اور گناہ اس سے دور بھاگیں گے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے اور میں اس لیے پارسائی کی زندگی اختیار کیے ہوئے ہوں۔"

چاندنی نے عرض کیا۔ "تو صوم و صلوٰۃ کا پابند ایک پارسا انسان ہے۔ اس لیے تیری بابت کچھ قبل از وقت کہنا بیکار ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اعتماد خان بھی غلط نہیں کہتا، اس نے جو کچھ کہا مبنی بر حقیقت ہے۔"

برہان الدین، چاندنی سے بھی جل گیا، برا سا منہ بنا کر بولا۔ "خاتون! ایک زمانہ اس کی تصدیق کر دے گا کہ میرا علم اور زہد و تقویٰ آپ سے زیادہ ہے۔ اس لیے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر یقین کیا جا سکتا ہے اور یقین کیا جائے گا لیکن میرے برعکس خاتون آپ جو کچھ بھی کہیں گی وہ زمانے کی نظروں میں غیر معتبر اور مشکوک ہو گا۔"

دوسری عورتوں اور لڑکیوں میں سے ایک لڑکی نے بادشاہ کو اجازت طلب نظروں سے دیکھا۔ بادشاہ نے پوچھا۔ "عریشہ! کیا تو بھی کچھ کہنا چاہتی ہے؟"

عریشہ نے بڑی بڑی پلکوں کے نیچے بادام جیسی آنکھوں سے بادشاہ کی طرف دیکھا اور نظریں جھکا لیں۔ "حضور! اس مغرور سے فرما دیجئے کہ خدا کو تکبر ناپسند ہے یہ

بڑے بڑوں کو گرا دیتا ہے، میرے جیسی کوئی بھی لڑکی اس بڑ بولے کو مزہ چکھا سکتی ہے!"

ابھی بادشاہ نے زبان بھی نہیں کھولی تھی کہ برہان الدین بول پڑا۔ "لڑکی! تو بھی اپنے عشوہ و ناز اور حسن پر تکبر نہ کر، میں نے معلوم نہیں، کتنوں کو خوار اور نادم کر دیا ہے۔"

بادشاہ ان باتوں سے اکتا گیا تھا، بولا۔ "اب اس موضوع کو ترک کر دینا چاہئے۔" اس کے بعد چاندنی سے کہا۔ "چاندنی! کیا تو جانتی ہے کہ میری متاعِ حیات کیا ہے؟"

چاندنی نے جواب دیا۔ "رقص و سرود۔ عیش و طرب!"

بادشاہ نے ذرا بلند آواز میں کہا۔ "تو نے بالکل صحیح کہا۔ اب میں اپنی سارے دن کی تکان دور کرنا چاہتا ہوں۔ رقص و سرود و نغمہ و داستان گو اور بذلہ سنجوں کو حاضر کیا جائے تاکہ میں دل کی کدورت دور کر سکوں۔" پھر برہان الدین سے کہا۔ "اور تو یہیں میرے پاس ہی رہے گا۔ اعتماد خان کی طرح میں تجھ کو بھی بے حد پسند کرتا ہوں کیونکہ تو نے اپنے نفس کو زہد و تقویٰ سے قابو میں کر رکھا ہے۔"

بادشاہ نے تالی بجائی۔ کئی خواجہ سرا خیمے میں داخل ہوئے۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ "بزمِ طرب برپا کی جائے!"

اس مختصر فقرے نے آناً فاناً اہلِ نشاط کو بادشاہ کے خیمے میں پہنچا دیا اور اس کے بعد جو رقص و موسیقی کا سماں بندھا ہے تو اس ویرانے میں وہ دھوم مچی کہ آبادیاں رشک کریں۔

برہان الدین نے معذرت کی۔ "بندہ پرور! افسوس کہ میں یہاں نہیں بیٹھ سکتا۔"

بادشاہ نے پوچھا۔ "برہان الدین! یہ کیوں؟"

برہان الدین نے جواب دیا۔ "حضور والا کو علم ہے کہ میں لہو و لعب اور رقص و طرب کا آدمی نہیں ہوں۔ میں ان چیزوں سے دور بھاگتا ہوں۔ رہی وفاداری اور جاں نثاری کی بات تو میں اس میں کسی سے بھی پیچھے نہ رہوں گا، اور پھر یہ کہ ذرا دیر بعد مجھے تہجد بھی پڑھنا ہے!"

بادشاہ نے ادب سے کھڑے ہو کر کہا۔ "بسم اللہ، آپ جا سکتے ہیں۔ جی تو میرا بھی یہی چاہتا ہے کہ آپ کے پیچھے تہجد پڑھوں لیکن فی الحال شیطان غالب ہے، خدا سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے سیدھی راہ پر ڈال دے۔"

برہان الدین چلا گیا اور بادشاہ کے دل و دماغ پر اپنے زہد و تقویٰ کا مزید

رُعب ڈال گیا۔ بادشاہ مطمئن تھا کہ جب تک اس کے پاس برہان الدین اور اعتماد خان جیسے لوگ موجود ہیں، اس کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔

★ ★ ★

بادشاہ کی اگلی منزل جنگل کا وہ کنارہ تھا جہاں شیر، چیندوے، چیتے اور گلام وغیرہ رہتے تھے۔ بادشاہ کے شہسواروں نے ایسی جگہ خیمے نصب کروائے جہاں سے جنگل کا منظر بہت صاف نظر آتا تھا۔ لیکن رات کی تاریکی میں اس جگہ وحشت برستی تھی۔ بادشاہ کے طلایہ گرد یہاں بھی خیموں کے چاروں طرف گھوم پھر کر پہرے داری کی خدمات انجام دے رہے تھے۔ خیموں کے چاروں طرف آگ جلادی گئی تھی تاکہ خونخوار درندے خیموں تک نہ آجائیں بادشاہ کے بیس جاں نثار اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لیے آس پاس پھر رہے تھے ان ہی میں اعتماد خان بھی شامل تھا۔

برہان الدین اپنے طور پر شاہی خدمات بجا لا رہا تھا اور کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھا جو اس کو ساری آزمائشوں سے نجات دلادے۔ تیسرے پہر چند دیہاتی آئے اور انہوں نے درخواست کی کہ وہ بادشاہ سے ملنا چاہتے ہیں۔

برہان الدین ان دیہاتیوں کو ایک طرف لے گیا اور پوچھا "تم لوگ بادشاہ سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

ایک دیہاتی نے جواب دیا "بادشاہ کو ایک خطرے سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔"

برہان الدین نے کہا "میں بادشاہ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ جیسے ذرّے کو آفتاب بنادیا۔ اب اگر تم لوگ بادشاہ سے محض اس لیے ملنا چاہتے ہو کہ تم لوگ بادشاہ کو کسی خطرے سے آگاہ کرکے اس سے انعام و اکرام حاصل کرو تو یہ میں بھی کر سکتا ہوں لیکن افسوس کہ اس وقت تک میں کچھ بھی نہ دوں گا جب تک یہ ثابت نہیں ہو جاتے گا کہ تم نے جو کچھ کہا تھا، درست تھا۔"

دیہاتیوں نے آپس میں ایک دوسرے کا منہ دیکھا اور ایک نے کہا "جناب! بادشاہ نے جس جگہ خیمے نصب فرمائے ہیں، یہ بڑی مخدوش جگہ ہے جنگلی درندے کسی بھی جگہ سے نمودار ہو کر حملہ آور ہو سکتے ہیں، بادشاہ کو یہ بات بتادی جائے کہ اس پر کسی بھی وقت، شیر، چیتا، تیندوا حملہ آور ہو سکتا ہے، دوسری بات یہ کہ اس جنگل کے آس پاس گاؤں میں سال بھر سے بابا کا رمی رہتی ہے اور اس جنگل کے درندے کسی نہ

کسی گھر کو اجاڑ کر غائب ہو جاتے ہیں۔ بادشاہ کو ان باتوں کا علم ضرور ہونا چاہیے۔"

برہان الدین نے دیہاتیوں کو انعام دے کر رخصت کر دیا اور خود بادشاہ کے پاس گیا اور کہا "حضور والا! میں نے آس پاس کے لوگوں سے بڑی چھان بین کی اور ان سے اس جگہ کی بابت بڑی معلومات یکجا کی ہیں تو پتہ چلا ہے کہ جس جگہ ہمارے خیمے نصب ہیں وہ بڑی مخدوش جگہ ہے یہاں جنگل کے درندے چوری چھپے آتے ہیں اور نقصان پہنچا کر چلے جاتے ہیں چنانچہ حضور کے جاں نثاروں اور وفاداروں کو چاہیے کہ وہ ہر وقت مستعد اور چوکس رہیں۔ معلوم نہیں کس وقت ان کی ضرورت پیش آجائے؟"

بادشاہ نے جواب دیا "ہم شکار کھیلنے آتے ہیں اس لیے درندوں سے ڈرنا کیسا۔ رہا یہ کہ درندے غافل پا کر ہم پر حملہ نہ کر دیں تو اتنے آدمیوں کی موجودگی میں مشکل ہی سے کوئی جانور حملے کی جرأت کر سکتا ہے!"

دوسرے دن، صبح بادشاہ اپنے آدمیوں کے ساتھ جنگل میں گھس گیا اور تلاش بسیار کے بعد ایک ایسی جگہ پائی جو ایک پہاڑی کی طرح ابھری ہوئی تھی اور چھوٹی بڑی پتھریلی چٹانوں نے اسے جنگل سے علیحدہ کر رکھا تھا۔ بادشاہ اس پہاڑی پر چڑھ گیا۔ بادشاہ کے شکاری ساتھی بھی اس کے آس پاس موجود رہے۔ ہنکوے پہاڑی کے نیچے ڈھول پیٹنے لگے اور شوروغل سے شکار کو پہاڑی کے سامنے والے حصے کی طرف بھگانے لگے۔

بادشاہ اور اس کے شکاری ساتھی بندوقوں، تیر کمانوں اور تلواروں سے لیس سانسیں روکے شکارگاہ کا انتظار کرنے لگے۔

بادشاہ کی عدم موجودگی میں حرم کی حفاظت کا کام برہان الدین، اعتماد خان اور وہ بیس جیالے انجام دے رہے تھے جن کی شجاعت اور بہادری کے چرچے عام تھے اور جن کی وفاداری اور جاں نثاری شک و شبہے سے بالا تھی۔ یہاں برہان الدین اس فکر میں مبتلا تھا کہ کسی طرح اعتماد خان کو اپنے اعتماد میں لے لے کیونکہ اعتماد خان کو نظر انداز کر کے بادشاہ کے دل میں وہ جگہ نہیں بنا سکتا تھا، جس کی وہ آرزو رکھتا تھا۔

اعتماد خان ہر وقت چوکس اور مستعد شاہی خواتین اور حرم کے خیموں کے آس پاس گھومتا پھرتا رہا۔ برہان الدین نے چاندنی کے خیمے پر اعتماد خان سے ملاقات کی اور بڑی گرم جوشی سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ اعتماد خان کے چہرے پر پریشانی چھائی

ہوئی تھی۔ برہان الدین نے پوچھا "اعتماد خان! خیریت تو ہے۔ تو پریشان پریشان نظر آ رہا ہے، کوئی خاص بات؟"

اعتماد خان نے جواب دیا "امیر برہان الدین! ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ سنگوداں کے شور و غل سے پریشان ہو کر ایک شیر شاہی خیموں کی طرف آ گیا ہے، میں پریشان ہوا کہ کہیں وہ حرم کی طرف نہ آ جائے، شاہی خدمت گار چاروں طرف پھیل گئے ہیں اور بڑی تندہی سے شیر کو تلاش کر رہے ہیں۔ جب تک یہ شیر مل نہیں جاتا ہماری پریشانیاں باقی رہیں گی۔"

برہان الدین نے ہنس کر کہا "تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے، مجھ کو دافع بلا کی چند دعائیں یاد ہیں، میں انہیں پڑھ کر اسی وقت حرم کے خیموں کے چاروں طرف حصار کھینچ دوں گا۔ اگر شیر ادھر آ بھی گیا تو اس کی مجال نہ ہو گی کہ حصار کے پار قدم بھی رکھ سکے۔"

اعتماد خان نے جواب دیا "بھائی برہان الدین! تم دعاؤں سے حصار کھینچو اور میں اپنے جیالے نوجوانوں کے ساتھ چوکیداری کرتا ہوں، ہمیں دونوں تدبیریں کرنا چاہییں تاکہ اگر کوئی ایک خطا کر جائے تو دوسری اپنا کام کر جائے۔"

برہان الدین نے منہ بنایا "اعتماد خان! تو بڑا سادہ لوح انسان ہے۔ تیری اور تیرے آدمیوں کی بہادری دھوکا دے سکتی ہے لیکن میری دعائیں کسی حال میں کبھی بے اثر نہ ہوں گی۔ اگر تو اور تیرے ساتھی یہاں سے چلے بھی جائیں، تب بھی میرا حصار حرم کی کامیاب حفاظت کرے گا۔ چاہو تو اسی وقت تجربہ کر لو اور اپنے آدمیوں کو لے کر کہیں اور چلے جاؤ اور حرم کی حفاظت کا کام میرے ہی ذمے رہنے دو۔"

اعتماد خان نے جواب دیا "بھائی برہان الدین! آپ کی دعاؤں کا اثر مسلم۔ لیکن میں اپنی خدمت نہیں چھوڑ سکتا اور یہیں حرم کے آس پاس ہی موجود رہوں گا۔"

شاہی خدمت گار شیر کی تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھر رہے تھے اعتماد خان نے اپنے آدمیوں کو سختی سے حکم دے رکھا تھا کہ وہ اپنی اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر حرم کی حفاظت کریں گے۔

شیر کی آمد اور تلاش کی خبر حرم میں پہنچی تو سب عورتیں بہت پریشان ہو گئیں۔ وہ سب خیمے کے در پر جمع ہو گئیں اور جھانک جھانک کر صورتِ حال معلوم کرنے لگیں۔ چاندنی نے برہان الدین سے پوچھا "شیر کا کچھ پتہ چلا؟"

برہان الدین نے جواب دیا "خاتون! آپ بالکل پریشان نہ ہوں، میں نے آپ

کے خیمے کے گرد حصار کھینچ دیا ہے۔"

چاندنی نے کہا "برہان الدین! اعتماد خان کو بلا۔ میں اس سے پوچھوں گی کہ اس نے شیر سے بچنے کا کیا انتظام کیا ہے؟"

برہان الدین نے ہنس کر عرض کیا "میں اعتماد خان کو بلواتا ہوں لیکن وہ خواتین سے ڈرنے، شرمانے والا نوجوان آپ کے پاس آئے گا کس طرح اور باتیں کیونکر کرے گا؟"

چاندنی نے جواب دیا "میں پردے کے پیچھے سے باتیں کر لوں گی۔"

اچانک شور اٹھا "وہ رہا شیر، وہ رہا شیر۔ مارو مارو، جانے نہ پائے۔"

چاندنی اور دوسری خواتین اور لڑکیاں خیمے سے باہر نکل آئیں۔ برہان الدین گھبرا کر خیمے میں داخل ہو گیا۔ اسی وقت اعتماد خان اپنے آدمیوں کے ساتھ خیمے کے در پر آ گیا۔ اس نے شاہی حرم سے کہا "معزز خواتین! آپ اندر جائیں اور جب تک ہم یہاں موجود ہیں آپ ذرا بھی نہ ڈریں۔"

چاندنی اور اعتماد خان کی نظریں ملیں تو دونوں چکرا گئے۔ اعتماد خان نے منہ پھیر کر واپس جانے کی کوشش کی۔ لیکن چاندنی نے دوڑ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ بولی۔ "اعتماد خان! یہ وقت شرمانے، گھبرانے کا نہیں ہے، تم یہیں رہو گے۔"

اعتماد خان نے پوچھا "امیر برہان الدین کہاں چلے گئے؟"

چاندنی نے جواب دیا "ہم ڈر کر خیمے سے باہر آ گئیں اور امیر برہان الدین خیمے کے اندر چلا گیا۔"

چند پیادے دوڑتے ہوئے آئے اور اعلان کیا "شیر شاہی خیمے میں چھپ گیا ہے۔"

اعتماد خان نے پوچھا "یہ محض شک ہے یا کسی نے اندر داخل ہوتے بھی دیکھا ہے؟"

ایک پیادے نے جواب دیا "میں نے اپنی آنکھوں سے شیر کو شاہی خیمے میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔"

شاہی خیمہ حرم کے خیمے سے ملحق تھا۔ اب تو حرم کا اور بھی برا حال ہو گیا اور ان سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

اعتماد خان نے چیخ کر کہا "امیر برہان الدین! خیمے سے باہر آ جاؤ، شیر شاہی خیمے میں داخل ہو چکا ہے اور اس کا امکان ہے کہ یہاں سے وہ حرم کے خیمے میں نہ داخل ہو

جاتے کہیں۔"

لیکن برہان الدین باہر نہیں نکلا۔

اعتماد خان نے حرم کو تسلی دی کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، ایک شیر کا مارنا ہی کیا، ابھی کام تمام کر دیا جائے گا۔ اس نے اپنے بیس جاں نثاروں کو شاہی خیمے کے چاروں طرف کھڑا کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ مستعد اور چوکس رہیں اور جہاں اور جونہی شیر نظر آئے اس پر مردانہ وار حملہ کر کے اسے ہلاک کر دیں۔ اس کے بعد پندرہ سولہ سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ شور و غل شروع کر دیں تاکہ شیر گھبرا کر خیمے سے باہر نکلے۔

چاندنی اور دوسری حرم نے اعتماد خان سے کہا۔"ہمیں یہاں سے دور کسی اور خیمے میں پہنچا دیا جاتے۔"

اعتماد خان نے ان سب کو تیس پینتیس سپاہیوں کے نرغے میں سلحدار کے خیمے میں بھیج دیا اور سپاہیوں کو تاکید کر دی کہ وہ اس خیمے کی شجاعت اور ہوش مندی سے حفاظت کریں۔

اب اعتماد خان شاہی خیمے کی طرف متوجہ ہوا۔ شور و غل برپا تھا اور اعتماد خان اپنے جاں نثاروں سمیت شیر کی نکاسی کا منتظر تھا۔

اعتماد خان نے برہان الدین کو آواز دی۔"امیر برہان! فوراً باہر آجاؤ۔ شیر ملحقہ شاہی خیمے میں موجود ہے۔"

اب شور و غل بہت بڑھ چکا تھا۔ شیر شاہی خیمے سے اچانک نکلا اور حرم میں داخل ہو گیا۔ اعتماد خان چیخا۔"امیر برہان الدین! ہوشیار، شیر سے ہوشیار۔" آواز کے ساتھ ہی وہ اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ حرم کے خالی خیمے میں داخل ہو گیا۔ برہان الدین کی چیخ سنائی دی۔"خدایا المدد۔ الٰہ العالمین مدد۔"

اعتماد خان نے اندر داخل ہوتے ہی یہ دلدوز منظر دیکھا کہ برہان الدین ایک مسہری کے پیچھے دبکا ہوا ہے اور شیر نے اس کا شانہ اپنے پنجے میں دبا لیا ہے۔ اعتماد خان نے آگے بڑھ کر شیر پر وار کر دیا۔ تلوار کی نوک شیر کے پیٹ میں اتر گئی۔ شیر نے برہان الدین کو چھوڑ دیا اور پلٹ کر اعتماد خان پر جست لگائی۔ اعتماد خان بیٹھ گیا۔ شیر اس کے اوپر سے گزر کر خیمے کے پردے سے ٹکرایا۔ اعتماد خان کے دو ساتھی پھرتی سے شیر پر حملہ آور ہوئے اور ان کی تلواریں ایک ساتھ شیر کی گردن پر پڑیں۔ تیسرے ساتھی نے اپنا بھالا شیر کے پیٹ میں اتار دیا۔ اب شیر میں اتنی قوت نہیں تھی کہ وہ اٹھ سکتا۔ وہ گر کر تڑپنے لگا۔ اعتماد

خان نے پے در پے وار کر کے شیر کا بالکل کام تمام کر دیا۔

برہان الدین مسہری کے پیچھے پڑا سسکیاں بھر رہا تھا۔ اعتماد خان نے برہان الدین کو سنبھالا اور زخمی حصے پر پٹی باندھ دی۔ ایک آدمی طبیب کو بلانے کے لیے چلا گیا۔ طبیب نے برہان الدین کی پٹی کی اور تسلی دے کر چلا گیا۔ برہان الدین کو اس کے خیمے میں پہنچا دیا گیا۔ اور بادشاہ کے حرم کو شاہی خیمے میں لے جایا گیا۔ کیونکہ طے یہ پایا تھا کہ جب تک بادشاہ مردہ شیر کو دیکھ نہ لے۔ اسے حرم ہی میں پڑا رہنے دیا جائے۔

اعتماد خان اور اس کے ساتھیوں کی بہادری کا چرچا خیموں کی دنیا میں عام ہو گیا۔ جو موجود تھے بھاگ بھاگ کر دیکھنے کے لیے آنے لگے۔

اعتماد خان، برہان الدین کے پاس چلا گیا اور اس کو تسلی دی کہ زخموں سے گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ طبیب نے کہا ہے کہ زخم ایک ہفتہ میں مندمل ہو جائیں گے ــــ برہان الدین نے اعتماد خان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اعتماد خان نے محسوس کیا کہ برہان الدین کچھ کہنا چاہتا ہے۔ برہان الدین نے اعتماد خان کے ہاتھ کو ہونٹوں پر رکھ لیا اور بوسے دے کر رخساروں پر پھیرنے لگا۔ رخساروں پر موجود گرم گرم آنسوؤں نے اعتماد خان کی ہتھیلی اور انگلیوں کو تر کر دیا۔

اعتماد خان نے پوچھا۔"برہان الدین! کیا بات ہے۔ تم رو کیوں رہے ہو؟"

برہان الدین نے نحیف آواز میں جواب دیا۔"اعتماد خان! میں تیرا شکر گزار ہوں۔ اس وقت اگر تو اپنے ساتھیوں سمیت خیمے میں داخل نہ ہوتا تو شیر میرا کام تمام کر چکا ہوتا۔"

اعتماد خان نے ہنس کر کہا۔"اس میں شکر گزاری کی کیا بات ہے۔ امیر برہان! تم نے تو اپنے خیمے کے چاروں طرف حصار کھینچ دیا تھا اور مطمئن تھے کہ اب شیر اس خیمے میں داخل نہیں ہو سکے گا پھر یہ شیر خاص طور پر اسی خیمے میں تم پر ہی حملہ آور کیوں ہوا؟"

برہان الدین نے جواب دیا۔"اعتماد خان! میرا مذاق نہ اڑا اور خدا کے کلام پر شک نہ کر۔ حصار کھینچنے میں کوئی کوتاہی ضرور رہ گئی ہوگی، جو کچھ ہو گیا اب اس کا ذکر نہ کر۔"

اعتماد خان نے کہا۔"اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں ذکر نہ کروں تو نہیں کروں گا۔"

برہان الدین نے کہا۔"اور اعتماد خان! تو ایک وعدہ کر۔"

اعتماد خان نے کہا۔"بولو، میں وعدہ بعد میں کروں گا، پہلے تیری بات سن لوں۔"

برہان الدین نے جواب دیا۔ "یہ جو کچھ اور جس طرح ہوا ہے، اس کا ذکر تو بادشاہ سے نہیں کرے گا، ورنہ میری بڑی سبکی ہوگی۔"

اعتماد خان نے کہا۔ "میں اتنا کم ظرف نہیں ہوں امیر برہان۔ میں تمہیں رسوا نہیں ہونے دوں گا۔"

برہان الدین نے ایک بار پھر اعتماد خان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا۔ "اعتماد خان تو عظیم ہے، شکریہ، تیرا بہت بہت شکریہ۔"

بادشاہ شکار سے واپس آیا اور شاہی حرم سرا میں مُردہ شیر کو دیکھا تو اعتماد خان اور اس کے ساتھیوں کی تعریف کی اور کہا۔ "اعتماد خان! میں خوش ہوں کہ تو میرے اعتماد پر پورا اترا۔"

اعتماد خان نے عرض کیا۔ "جہاں پناہ! میں نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے جو کچھ کیا وہ میرا فرض بھی تھا اور تقاضۂ مردی بھی۔"

بادشاہ نے پوچھا۔ "یہ برہان الدین کس طرح زخمی ہو گیا ہے؟"

اعتماد خان نے جواب دیا۔ "اس سوال کا جواب امیر برہان ہی دے سکتے ہیں، میں کیا عرض کروں۔"

بادشاہ نے مُردہ شیر کو اپنے خیمے کی دہلیز پر رکھوا دیا اور شاہی خواتین کے خیمے کی صفائی کرا کے حرم کو دوبارہ وہیں بھیج دیا۔ اس کے بعد اعتماد خان کو اپنے ساتھ لے کر برہان الدین کی عیادت کرنے چلا گیا۔ بادشاہ کو اپنے سامنے دیکھ کر برہان الدین اٹھنے لگا۔ مگر بادشاہ نے اس کو لیٹے رہنے کا حکم دیا۔ پوچھا۔ "برہان الدین! یہ کیا ہو گیا؟ تو کس طرح زخمی ہو گیا؟"

برہان الدین نے اعتماد خان کی طرف دیکھا۔ "بندہ پرور! کیا اس واقعے کی تفصیل اعتماد خان نے نہیں گوش گزار کی؟"

اعتماد خان نے جواب دیا۔ "نہیں، میں نے بادشاہ سے کہہ دیا کہ امیر برہان کے ساتھ جو کچھ پیش آیا۔ وہی بیان کریں گے۔"

برہان الدین نے سکون کی سانس لی اور دم لے کر بولا۔ "حضورِ والا! بندے نے جیسے ہی یہ سنا کہ ایک شیر غلطی سے ادھر آ گیا ہے۔ اپنی تلوار لے کر شاہی خواتین کے خیمے کے در پر پہنچ گیا۔ پھر میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ خواتین کو بچانے کے خیال سے خیمے کے اندر داخل ہو گیا اور ان سے خیمہ خالی کرا لیا، میرے پیچھے ہی شیر بھی خیمے میں داخل ہو گیا، اس وقت

میں ایک مسہری کے قریب کھڑا تھا۔ میں نے اللہ کا نام لے کر وہیں سے شیر کو للکارا۔ اللہ کے نام کی برکت اور اس ناچیز کی آواز کی گھن گرج، شیر چوندھیا کر میری طرف بڑھا۔ میں تو اس کے لیے تیار ہی تھا، شیر نے مجھ پر جست لگائی اور میں نے اپنا شانہ اس کے حوالے کر کے دوسرے ہاتھ سے اس کی کنپٹی پر زوردار مکا رسید کر دیا، مکا اتنا زوردار تھا کہ شیر بھی یاد کرتا ہوگا کہ کسی انسانی شیر سے واسطہ پڑا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ شیر کی دونوں آنکھیں پھوڑ کر اسے اندھا کر دوں اور پھر اسے جس طرح چاہوں شکار کر لوں، لیکن میری اور شیر کی بدقسمتی کہ اس وقت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اعتماد خان بھی خیمے میں داخل ہو گیا اور تھکے ہارے نیم مُردہ شیر کو شکار کر لیا۔ ویسے یہ بات طے تھی کہ اگر اعتماد خان اپنے ساتھیوں کی مدد سے شیر کو ہلاک نہ کرتا، تب بھی میں تنہا اس کو مار چکا ہوتا، ہاں یہ ضرور ہے کہ شیر کے خاتمے کے بعد میں اس سے کہیں زیادہ زخمی ہو چکا ہوتا جتنا اس وقت نظر آ رہا ہوں اور اس کا بھی امکان تھا کہ میں بھی شیر کے ساتھ ہی مر جاتا۔"

بادشاہ نے برہان الدین کی داستانِ شجاعت بڑی توجہ سے سنی اور اعتماد خان سے پوچھا۔ "اعتماد خان! کیا برہان الدین صحیح کہہ رہا ہے؟"

اعتماد خان نے جواب دیا۔ "حضورِ والا! جب میں خیمے میں داخل ہوا تھا تو میں نے شیر اور امیر برہان کو دست بہ گریبان دیکھا ضرور تھا، ہو سکتا ہے، امیر برہان نے شیر کی کنپٹی پر ایک آدھ گھونسہ رسید بھی کر دیا ہو، لیکن یہ بات محلِ نظر ہے کہ اس کا شیر پر بھی کوئی اثر ہوا ہو!"

برہان الدین نے اصرار کیا۔ "اعتماد خان! میں ایک متقی مذہبی شخص ہوں۔ میں جھوٹ کو گناہ سمجھتا ہوں۔ تم یقین کرو کہ شیر کا برا حال میرے گھونسے ہی نے کر دیا تھا، اگر تم لوگ اندر نہ آ جاتے تو اس شیر کا میں تنہا ہی کام تمام کر دیتا۔"

اعتماد خان نے کہا۔ "امیر برہان! میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں مخالفت نہیں کروں گا اس لیے خاموش ہوں، لیکن خدا کے لیے میرے ساتھیوں کی شجاعت اور مردانگی کو کم کر کے اپنی بہادری کا سکّہ نہ بٹھاؤ۔" پھر بادشاہ سے کہا۔ "حضورِ والا! شیر کے شکار میں ہم سب نے اپنی اپنی حیثیت بھر حصّہ لیا ہے۔ امیر برہان نے بھی بڑی بہادری دکھائی تھی۔"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "میں تم سب کی بہادری سے بہت خوش ہوں اور میں نے تم سب کے لیے امیرانِ شیر کُش کا خطاب پسند کیا ہے، امیر برہان الدین، اعتماد خان اور

اعتماد خان کے بیس جاں نثار اور وفادار آج سے امیرانِ شیرکش ہیں اور ان کی خدمات ہمیشہ شاہی محل سے متعلق رہیں گی۔ یعنی یہ سب میرے محافظ ہوں گے۔"

اعتماد خان نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور برہان کی آنکھوں سے مارے خوشی کے آنسو نکل آئے۔ بادشاہ نے اپنے دو طبیبوں کو برہان الدین کے خیمے ہی میں منتقل کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ اسے جلد از جلد صحت یاب کیا جائے۔

بادشاہ کئی ماہ سیر و شکار میں مشغول رہا۔ اس دوران برہان بھی صحت یاب ہو چکا تھا۔ جب چاندنی، عریشہ اور دوسری خواتین کو بادشاہ کی زبانی برہان الدین کی بہادری کا حال معلوم ہوا تو وہ امیر برہان کی بڑی عزت کرنے لگیں اور بادشاہ سے خواہش کی کہ امیر برہان کو شاہی حرم سرا کا محافظ بنا دیا جائے۔ بادشاہ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور دربار میں اعلان کر دیا کہ امیر برہان کو حرم سرا کے محافظ دستے کا امیر بنا دیا گیا ہے۔ برہان اس اعلان سے بہت خوش ہوا۔ لیکن اعتماد خان اس کی ترقی اور عزت افزائی سے خوش نہیں ہوا۔

رات کے اندھیرے میں وہ اعتماد خان کے خیمے میں گیا۔ اس وقت اعتماد خان باہر نکلنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اپنے سامنے برہان الدین کو دیکھ کر ٹھٹکا اور پوچھا۔" برہان الدین! کیا بات ہے؟ خیریت تو ہے؟"

برہان الدین نے جواب دیا۔" اعتماد خان! جیسا کہ تُو جانتا ہے کہ میں ایک مذہبی اور بے ضرر انسان ہوں۔ میں نے اپنے لیے جو کچھ کیا، وہ میرا حق تھا اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے کسی کو نقصان پہنچا کر فائدہ اٹھایا ہو۔"

اعتماد خان نے کہا۔" یہ تم اس قسم کی باتیں مجھ سے کیوں کر رہے ہو؟ میں نے تو ایسی ویسی کوئی بات کہیں بھی اور کسی سے کبھی نہیں کی۔"

برہان الدین نے افسوس ناک آواز میں کہا۔" بہت سی باتیں کہی نہیں جاتیں سمجھ لی جاتی ہیں۔"

اعتماد خان نے تلخی سے کہا۔" امیر برہان! جو کہنا ہے صاف صاف کہہ دو۔ کوئی بات اپنے دل میں ہرگز نہ رکھو۔"

برہان الدین نے کہا۔" جب بادشاہ نے میری غیر معمولی بہادری کے عوض تم سب کو امیرانِ شیرکش کا خطاب دیا تو میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور بہت خوش ہوا کہ چلو میرے طفیل بیس اکیس افراد کو بھی امیرانِ شیرکش کا خطاب مل گیا، کوئی حرج نہیں لیکن جب

مجھ کو حرم سرا کے محافظوں کا امیر بنایا گیا تو میں نے تیرے چہرے پر اداسی اور مایوسی کے آثار دیکھے۔ چنانچہ مجھ کو تیرا یہ حسد پسند نہیں آیا۔"

اعتماد خان برہم ہو گیا۔" امیر برہان! تم مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں حاسد نہیں ہوں، میں اس لیے اداس ہو گیا کہ میں تمہارا ہمدرد ہوں اور جب بادشاہ نے یہ اعلان کیا کہ تم شاہی حرم سرا کے محافظوں کے امیر بنا دیئے گئے ہو تو میں تمہارے اس حشر سے خوفزدہ ہو گیا جو لڑکیوں اور خواتین کی قربت کی پاداش میں بالکل ممکن ہے۔"

برہان الدین بھی ایک دم برہم ہو گیا۔" اعتماد خان! عورتوں اور لڑکیوں سے تو اتنا خوفزدہ کیوں رہتا ہے؟ کیا تجھ کو اپنے آپ پر اعتماد نہیں ہے؟ تجھ کو اپنا نفس قابو میں رکھنا چاہیے۔ آخر میں بھی تو انسان ہوں، مرد ہوں، جوان بھی ہوں۔ لیکن میں عورتوں سے نہیں ڈرتا۔ تو پوچھ سکتا ہے کہ میں کیوں نہیں ڈرتا، اس کا میرے پاس ایک ہی جواب ہے۔ میں اپنی ذات پر، اپنے اللہ پر، اپنے تقویٰ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ میں حسین عورتوں کو دیکھ کر دافع بلیات کی دعائیں پڑھ لیتا ہوں اور ان دعاؤں کے ورد کے بعد اپنے دل میں طمانیت اور مضبوطی محسوس کرنے لگتا ہوں۔"

اعتماد خان نے کہا۔" امیر برہان! تم بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے ہو، تمہیں اس سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

برہان الدین نے جواب دیا۔" اعتماد خان! تُو فضول باتیں زیادہ کرتا ہے، میں تجھ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ایک خدا ترس مذہبی انسان ہوں، مجھ سے تجھ کو یا کسی اور کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، تو بھی مجھ سے یہ وعدہ کر کہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

اعتماد خان نے کہا۔" امیر برہان! ہم دونوں ایک ہی دربار سے وابستہ ہیں۔ میں تمہارا خیال رکھوں گا، تم میرا خیال رکھو۔ میں بھی تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا، تم مطمئن رہو۔"

* * *

کئی ماہ بعد بادشاہ احمد آباد میں داخل ہوا اور اپنے محل میں چلا گیا۔ بادشاہ کے محل کے پاس ہی اعتماد خان اور برہان الدین کو بھی محل مل گئے اور اب برہان الدین شاہی حرم سرا میں آنے جانے لگا۔ حرم سرا میں اس کی بہادری کا بڑا چرچا تھا اور جب حرم سرا کی خواتین اس کو ذوق و شوق اور رشک سے دیکھتیں تو وہ پھولا نہ سماتا۔ اس دوران اس نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ مالوے کے خلجی حکمران غیاث الدین نے اپنے

حرم سے ایک پورا شہر آباد کر دیا تھا، جس میں پندرہ ہزار عورتیں رکھی گئی تھیں اور ان عورتوں کی ایک انتظامیہ بھی قائم کی گئی تھی۔ اس انوکھے اور عجیب و غریب حرم سرا کی وجہ سے غیاث الدین خلجی کا نام تاریخ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا ہے اس لیے خلجی حکمران کی تقلید اور اتباع میں بادشاہ کو بھی کوئی عجیب و غریب چیز وجود میں لانا چاہیے۔ بادشاہ کی سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی اور اس نے وعدہ کر لیا کہ وہ اس پر غور کرے گا۔

اسی دن امیر برہان کو چاندنی نے طلب کر لیا اور اس سے حرم سرا کی لڑکیوں اور خواتین کے بارے میں بہت سی باتیں کیں۔ چاندنی کو بادشاہ سے ایک ہی شکایت تھی کہ وہ جس قدر و منزلت کی مستحق ہے، بادشاہ نے اس قدر و منزلت سے اس کو محروم کر رکھا ہے۔ چاندنی نے امیر برہان سے کہا کہ اگر وہ کسی طرح بادشاہ کو اس کا گرویدہ اور پرستار بنا دے تو وہ اس کا اتنا بڑا معاوضہ دے گی کہ امیر برہان زندگی بھر مزے کرے گا۔

امیر برہان سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ تامل کے بعد بولا "چاندنی! تو خوب جانتی ہے کہ میں لالچی شخص نہیں ہوں، میں ایک قناعت پسند متوکل ہوں۔ تو نے بھاری بھر کم معاوضے کا لالچ دیا ہے لیکن کان کھول کر میری یہ بات سن لے کہ میں ایک مذہبی انسان ہوں، مخلص اور بے لوث مذہبی میں کسی لالچ کے بغیر تیرا یہ کام کر دوں گا مگر آئندہ خبردار جو معاوضے یا صلے کی بات کی!"

چاندنی نے خوش ہو کر کہا "ایک دوسرا کام بھی ہے۔ میں اپنے گھر اجمیر جانا چاہتی ہوں۔ بادشاہ سے جانے کی اجازت دلوا دے۔"

امیر برہان نے جواب دیا "تیرا یہ کام بھی ہو جائے گا۔"

چاندنی نے اس کی بڑی خاطر مدارات کی۔ برہان نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ "چاندنی! یہ عریشہ نظر نہیں آئی۔"

چاندنی چونک پڑی۔ بولی "عریشہ! امیر برہان مجھ کو اس لڑکی سے ڈر لگتا ہے بادشاہ اس کی طرف بہت زیادہ مائل ہے۔"

امیر برہان نے مسکرا کر جواب دیا "جانتا ہوں، چاندنی خوب جانتا ہوں، میں نے اس لیے تو اس کا نام لیا، تو اس سے میری ملاقات کرا دے۔ میں اس پر کچھ دم کر دوں گا اللہ نے چاہا تو وہ خود بادشاہ سے نفرت کرنے لگے گی!"

چاندنی نے عرض کیا "لیکن میں تو یہ چاہتی ہوں کہ بادشاہ عریشہ سے نفرت

کرنے لگے۔"

امیر برہان نے جواب دیا "چاندنی! ایسا ہی ہو گا۔ جیسا تو چاہتی ہے ویسا ہی ہو گا۔"

چاندنی کو عریشہ سے ملانے میں اب بھی تامل تھا، دبے لفظوں میں بولی "امیر برہان اگر یہ بات بادشاہ کو معلوم ہو گئی تو؟"

امیر برہان نے جواب دیا "چاندنی! اگر اس کی فکر نہ کر۔ میں بادشاہ کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ سمجھتا ہوں۔"

چاندنی نے کہا "امیر برہان! سچ بات تو یہ ہے کہ تیری بہادری نے عریشہ کو بھی بہت متاثر کیا ہے۔ وہ اپنی زبان سے تو نہیں کہتی لیکن میں محسوس کرتی ہوں کہ وہ بھی تجھ سے ملنا چاہتی ہے!"

امیر برہان نے بے چینی سے کہا "پھر تامل کیوں؟"

چاندنی نے جواب دیا "تامل یوں ہے کہ حرم کی کسی لڑکی یا عورت سے تیرا ملنا خود تیرے حق میں بہتر نہیں ہے، میں عریشہ کو تجھ سے ملوا دوں گی لیکن اس کے لیے اصرار کی کوئی ضرورت نہیں۔"

امیر برہان نے چاندنی کی عقل کا ماتم کیا اور کہا "تو بہت خوفزدہ ہے چاندنی۔ میں عریشہ سے کسی بری نیت سے تو ملوں گا نہیں، عریشہ حسین ہے اور میں ہر حسین شے کو دیکھ کر درود پڑھنے لگتا ہوں کیونکہ مجھے اس کے حسن میں خدا کا جلوہ نظر آتا ہے۔"

چاندنی نے جواب دیا "امیر برہان! مجھے تیری ہر بات کا یقین ہے لیکن احتیاط بھی تو کوئی چیز ہے۔"

امیر برہان بھی کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔

جب برہان واپس جانے لگا تو چاندنی نے کہا "امیر برہان! میں آج تجھ سے پھر کسی وقت ملوں گی۔ امید ہے کہ تجھ کو کوئی اعتراض نہ ہو گا!"

امیر برہان نے جواب دیا "چاندنی! میں ہر وقت ملنے کے لیے تیار ہوں۔"

ان دونوں کی باتیں چند خواتین سننے لگیں، چاندنی فوراً اٹھ گئی اور برہان نے اپنی راہ لی۔

رات کو نصف رات سے ذرا پہلے امیر برہان شاہی حرم سرا کے محافظوں سے ملا اور ان سے غیر متعلق باتیں کر کے محظوظ ہونے لگا۔ اس کے بعد وہ حرم سرا کے اندر وہی چھانگ

تک چلا گیا اور پہرے پر متعین ایک عورت کو حکم دیا کہ آج کی رات وہ بہت ہوشیاری سے اپنی خدمات انجام دے کیونکہ بادشاہ کسی بھی وقت کہیں بھی نمودار ہو سکتا ہے، اس کے بعد وہ چاندنی سے ملا اور اس سے دریافت کیا "عریشہ کہاں ہے؟ اس سے کوئی بات ہوئی؟"

چاندنی نے افسردگی سے جواب دیا "عریشہ اور دو، دوسری لڑکیاں بادشاہ کی طلبی پر شاہی محل میں پہنچا دی گئی ہیں، وہ ساری رات بادشاہ کے پاس رہیں گی اور صبح سے ذرا دیر پہلے واپس بھیج دی جائیں گی۔"

امیر برہان نے حیرت سے پوچھا "مگر تو اداس کیوں ہے؟ کوئی خاص بات؟"

چاندنی نے روہانسی آواز میں کہا "بادشاہ، عریشہ کو زیادہ پسند کرتا ہے اور مجھ سے دور دور رہتا ہے، امیر برہان! تو مجھے اجمیر بھجوا دے، اب میں یہاں نہیں رہنا چاہتی۔"

امیر برہان نے ایک بار پھر تسلی دی "چاندنی! تو عجلت اور جذباتیت سے پرہیز کر۔ میں تجھے بہت جلد اجمیر بھجوا دوں گا اور عریشہ کو بادشاہ سے متنفر کرا دوں گا۔"

چاندنی کو یقین نہیں تھا، بولی "یہ بھی دیکھ لوں گی۔"

امیر برہان نے کہا "رات کے پچھلے پہر جب عریشہ، بادشاہ سے مل کر واپس آئے گی، اس وقت میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ تیرا کیا خیال ہے؟"

چاندنی نے کوئی جواب نہیں دیا حالانکہ نظروں نے برہان الدین کی تائید کر دی۔ بعد میں چاندنی نے برہان الدین کے لیے وہ خطرہ مول لے لیا جو عام حالات میں کوئی بھی قبول نہیں کر سکتا تھا، اس نے برہان الدین کو اپنے کمرے میں چھپا لیا اور ہدایت کی کہ "جب میں عریشہ کو اس کمرے میں لے آؤں اور اس کو بٹھا کر فراغِ اجابت کا بہانہ کر کے ٹل جاؤں تو تو اندر سے نکل کر عریشہ کے پاس آ جانا اور اس سے جو باتیں بھی کرنا چاہے، کر لے۔"

چاندنی نے برہان الدین کو اپنے توشک خانے میں چھپا دیا اور عریشہ کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔

اس کے چاروں طرف چاندنی کے ملبوسات کا ڈھیر لگا ہوا تھا، وہ ان کی خوشبو سونگھ سونگھ کر دیوانہ ہوا جا رہا تھا اس نے چند دعاؤں کا زیرِ لب ورد کیا اور اپنے اوپر دم کر کے مطمئن ہو گیا۔ لیکن بہت جلد ہی برہان الدین کو یہ احساس ہو گیا کہ آج شیطان پوری قوت سے اس پر غلبہ پانے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ اس کے مقابلے میں خود کو

کمزور اور بے بس محسوس کر رہا ہے، اس نے جلدی جلدی چند دوسری دعائیں پڑھیں اور تعوذ بار اپنے سینے، دونوں ہاتھوں اور شانوں پر دم کیا اور شیطان مردود سے پناہ مانگی، لیکن آج شیطان ان سب پر حاوی آ رہا تھا۔ برہان خوفزدہ تھا کہ آج کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا اس لیے عریشہ سے ملاقات نہ کی جائے، مگر دل کے اندر ہی سے ایک دوسری آواز اس کا حوصلہ بڑھا رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ یہ موقع بڑی مشکل سے ملا ہے۔ اس کو ضائع نہ کر ورنہ پچھتائے گا اور اس دوسری آواز نے برہان الدین کو اپنا ہم خیال و ہم نوا بنا لیا۔

وہ مدت بھی طویل ہو گئی تھی۔ اس کے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔ رات کے پچھلے پہر چاندنی اس کے پاس پہنچی اور بتایا کہ اعتماد خان کسی ضرورت سے اس کو تلاش کرتا پھر رہا ہے۔

برہان الدین نے نفرت و حقارت سے کہا "وہ مجھ کو تلاش کرنے والا کون ہے بدنما اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا تو میں اس کو ایسی مصیبت میں پھنسا دوں گا کہ زندگی بھر روتا رہے گا۔"

چاندنی نے آہستہ سے سمجھایا "امیر برہان! میں نے تجھے اپنے کمرے میں چھپا کر بہت بڑا خطرہ مول لے لیا ہے تو جوش و جذبات سے کام نہ لے ورنہ تیرے ساتھ میں بھی نقصان اٹھا جاؤں گی۔"

برہان الدین چپ ہو گیا۔ پھر پوچھا "چاندنی: میں یہاں کب تک پڑا رہوں گا؟"

چاندنی نے جواب دیا "بس چند ساعت اور۔"

برہان الدین نے کہا "اچھا۔ تو اب تو یہاں سے چلی جا اور اعتماد خان جیسوں پر نظر رکھ۔"

چاندنی چلی گئی۔ برہان الدین ایک بار پھر عریشہ کا انتظار کرنے لگا۔ انتظار نے اس کا برا حال کر دیا تھا۔ صبح سے تقریباً دو ساعت پہلے جب برہان الدین نے چاندنی اور عریشہ کی آوازیں سنیں تو اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور شیطان نے پھر سر اٹھایا۔ برہان الدین نے لاحول پڑھی اور زیرِ لب غصے میں کہا "او ملعون ابلیس! تو اپنی سی کر دیکھ، مگر میں تیرے قابو میں نہیں آؤں گا۔"

اتنے میں چاندنی نے عریشہ سے کہا "عریشہ! مجھے سوءِ ہضم کی شکایت ہو گئی ہے تو بیٹھ، میں ابھی آتی ہوں۔"

برہان الدین نے ملبوسات کے بیچ سے سر نکالا اور عریشہ کو دیکھنے کی

کوشش کی۔ عریشہ اس سے بمشکل بیس بائیس قدم دور بیٹھی تھی، اس کے سر پر جھاڑ لٹکی ہوئی تھی۔ جس کے مختلف رنگوں کے شیشوں میں سے چھن چھن کر روشنی نے سحری اثر پیدا کر دیا تھا۔ اب برہان کے لئے صبر ناممکن ہو گیا تھا۔ وہ توشک خانے سے نکل کر ایک دم عریشہ کے رو برو جا کھڑا ہوا، عریشہ اس کو اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا گئی شاید اس کی چیخ بھی نکل جاتی لیکن عریشہ کی حاضر دماغی نے موقع کی نزاکت کا صحیح احساس کر لیا اور اس نے وحشت زدہ آواز میں پوچھا۔ "امیر برہان! اس وقت آپ یہاں کیسے؟"

برہان الدین نے جواب دیا۔ "محترم خاتون! میں نے جب سے تجھے دیکھا ہے۔ تیری صورت میرے دل کے نہاں خانے میں محفوظ ہو گئی ہے اور میں جب چاہتا ہوں، سر جھکا کر دیکھ لیتا ہوں، تیرے حسن اور دلربائی نے مجھے صانعِ حقیقی کی مدح و ثنا میں زیادہ مشغول کر دیا ہے۔ آج معلوم نہیں کیوں میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں تجھے اپنے مقابل، اپنے رو برو دیکھوں اور چونکہ میں اپنے دل کو پاک صاف رکھتا ہوں اور پارسائی کا دامن کسی عالم اور کسی حال میں بھی نہیں چھوڑتا اس لیے میرے رب نے میری مدد کی اور تجھ کو میرے رو برو کھڑا کر دیا عریشہ! اگر تیرے کان ایسی قوتِ سماعت کے حامل ہوتے کہ وہ محسوسات کو سن لیتے تو انہیں بس ایک ہی آواز سنائی دیتی سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ اگر تو میرے دل پر ہاتھ رکھے اور اس کی دھڑکن سے نکلنے والی آواز سن سکے تو یہی آوازیں سنائی دیں گی۔ سبحان اللہ صلِ علیٰ کیونکہ تیرے وجود میں خلاقِ ازل کی جھلک دیکھ رہا ہوں۔"

عریشہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مگر اس کی پریشانی اس کے چہرے بشرے سے ہویدا تھی۔

برہان نے زیادہ جرأت دکھائی اور عریشہ سے بھڑ کر بیٹھ گیا، عریشہ نے کھسکنا چاہا تو برہان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، بولا۔ "پر تو جمالِ الٰہ! تو کس بات سے خوفزدہ ہے؟ میرا دل پاک ہے، میرے جذبے پاک ہیں۔ الحمد للہ کہ فاسد خیالات کا میرے دل میں دور دور تک اثر نہیں اور میں تجھ کو اپنے پاس، خود سے متصل دیکھ کر یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میرے محبوبِ حقیقی نے تیری شکل میں ظہور کیا ہے اور میں اس کے جلوے سے شاد کام ہو رہا ہوں۔"

عریشہ نے محسوس کیا کہ برہان کی گرفت سخت ہوتی جا رہی ہے۔ اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی، مگر برہان زیادہ طاقتور تھا، اس نے عریشہ کے زانو پر اپنا سر رکھ دیا۔ "عریشہ! خدا کے لیے مجھ پر رحم کر۔ میں بادشاہ نہیں ہوں، جو کثیف اور مادی جذبات

رکھتا ہے اور جس کے نزدیک عورت کے حسن کا بس ایک ہی مقصد اور ایک ہی مطلب ہوتا ہے، یعنی اس کو عملاً برتا جائے اور اتصال و وصالِ جسمانی سے لطف و لذت اٹھائی جائے۔ عریشہ! میں کوئی عام انسان نہیں ہوں، میں نے اپنے دل سے شہوانی جذبات کو نکال باہر کیا ہے اور ہر حسین شے میں اپنے محبوبِ حقیقی کو تلاش کر لیا کرتا ہوں۔"

عریشہ نے اضطراب سے کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو مجھ کو ذرا دور سے دیکھو ورنہ اگر کسی نے اس حال میں دیکھ لیا تو ہم دونوں کی کھالیں کھینچ لی جائیں گی۔ اپنے نفوس اور اپنی زندگی پر رحم کر۔"

لیکن برہان نے اس کو گرا دیا اور اضطراری حالت میں کہا۔ "عریشہ! بخدا اس وقت میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے محبوبِ حقیقی انسانی شکل میں مل گیا ہے اور میں اس کے عشق اور جنون میں، اس کی ذات میں سما جانا چاہتا ہوں، اس میں حلول کر جانا چاہتا ہوں۔ اس وقت میں جوشِ جنوں میں ہوں، میں عشق کے ہاتھوں عالمِ بالا میں پہنچ چکا ہوں اور اس وقت حالتِ اضطراری اور وفورِ شوق میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں اس میں مشیتِ ایزدی میرے ساتھ ہے اور اس کو کسی حال میں بھی گناہ یا آلودگی نہیں کہا جا سکتا۔"

عریشہ بڑی مصیبت میں پڑ گئی تھی۔ اس نے دھمکی دی۔ "برہان! اگر تو باز نہ آیا تو میں شور کر دوں گی اور تو ذلیل و خوار ہو کر کیفرِ کردار کو پہنچ جائے گا۔"

برہان نے جوش و سرمستی میں اپنا عمل جاری رکھا اور جواب دیا۔ "اگر تو شور کرے گی تو میرے ساتھ تو خود بھی ذلیل و خوار ہو جائے گی اور میں ایک بار پھر فسانہ منصور کی یاد تازہ کر دوں گا۔ میں کہتا ہوں کہ تو مت گھبرا میرے جذبات پاک ہیں، میرے خیالات منزہ ہیں۔ جس طرح موسیٰ طور پر خدا کا جلوہ دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ اسی طرح میں بھی اپنے قریب پر تو الٰہ دیکھ کر اپنے آپ میں نہیں رہا، موسیٰ بھی مجبور تھے، میں بھی مجبور ہوں، تو بھی کچھ خیال نہ کر۔"

عریشہ رونے لگی۔ "امیر برہان! تو پاگل ہو گیا ہے، تو اپنے ہوش و حواس میں نہیں تجھ پر شیطان غالب آ چکا ہے۔ خدا کے لیے مجھ پر اور اپنے آپ پر رحم کر۔"

برہان حد سے تجاوز کر چکا تھا، چاندنی یا کسی اور کی پرواہ کیے بغیر، عریشہ خاموش رہی، محض اس لیے کہ ان حالات میں جو سزا برہان کو ملے گی، وہی عریشہ بھگتے گی۔ برہان کیف و سرمستی میں مشاہدات و واردات علمی اور سفلی میں مشغول رہا۔ عریشہ نے روتے ہوئے کہا۔ "بدبخت دیندار! کیا اعتماد خان نے خدشہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ عورتوں کی قربت میں ضبط و

احتیاط کا دعویٰ فضول اور بے معنی اور خود فریبی ہے، آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا!"

برہان نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور پوری توجہ، انہماک اور جوش و خروش سے پیرزالہ کو آلودۂ معصیت کرتا رہا۔

دیر بعد چاندنی واپس آئی اور اس کو اصل واقعہ معلوم ہوا تو وہ کانپ گئی اور برہان سے پوچھا "امیر برہان! یہ تُو نے کیا کر دیا؟"

عریشہ ایک طرف گھٹنوں میں سر دیے آنسو بہا رہی تھی۔

برہان کھویا کھویا سا تھا، بہکے بہکے انداز میں جواب دیا "کیوں، کیا ہو گیا چاندنی؟ میں نے کیا کر دیا؟ کیا کوئی غلطی ہو گئی مجھ سے؟"

چاندنی نے اس کے سر پر دو ہتڑ رسید کر دیا "امیر برہان! تُو نے مجھے کہیں کا بھی نہ رکھا۔ اب کیا ہو گا؟"

برہان نے اسی بہکے بہکے انداز میں جواب دیا "ہو گا کیا، کچھ بھی نہ ہو گا، عریشہ میں پرتوِ الٰہ دیکھ رہا ہوں، یہ ایک ایسا جلوۂ زار ہے جس سے کم از کم میری طبیعت کبھی بھی سیر نہ ہو گی۔ چاندنی! عریشہ نے مجھے از خود رفتہ کر دیا ہے۔"

چاندنی نے کہا "امیر برہان! تُو نے مجھ سے دھوکا کیا ہے۔ اگر تیرے یہی ارادے تھے تو اس کام کے لیے میرے کمرے کا انتخاب نہیں کرنا تھا۔"

عریشہ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا "اب میں کیا کروں گی۔ اگر بادشاہ کو یہ بات معلوم ہو گئی تو اس خبیث کے ساتھ مجھ کو بھی اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔"

برہان ذرا بھی خوفزدہ نہ تھا، بولا "اس کا علم بادشاہ کو ہو گا ہی کیوں، میں تم دونوں کو مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ اپنی زبانیں قابو میں رکھو، اور میں کسی سے کچھ کہنے سے رہا۔"

چاندنی نے جواب دیا "جب تجھے اپنے نفس پر قابو حاصل نہیں تھا تو یہ دینداری کا ڈھونگ کیوں رچایا تھا؟"

برہان نے ڈھٹائی سے کہا "چاندنی! اب زیادہ باتیں نہ بنا اور اس طرح خاموش ہو جا گویا کچھ بھی نہیں ہوا، میں ایک ایسا شخص ہوں جس کو ہر شے میں وہی نظر آتا ہے، میں ہمہ اوست کا قائل ہوں، مجھ کو عریشہ میں، تجھ میں اور ہر حسین صورت میں اللہ نظر آتا ہے، میں تیری سُریلی آواز میں اسی کی آواز سنتا ہوں۔ میری محبت پاک ہے کیونکہ میں محبت کا عرفان رکھتا ہوں اور مجھے معرفتِ الٰہی حاصل ہے۔"

چاندنی نے غصے میں کہا "امیر برہان! خدا کے لیے اب یہاں سے چلا جا۔ اگر

تیری محبت پاک ہوتی اور تجھے محبت کا عرفان حاصل ہوتا تو یہ ذلیل اور کثیف حرکت نہ کرتا۔"

امیر برہان ہنس دیا "یہ خالص علمی اور الٰہیاتی مسئلہ ہے جو تیری سمجھ میں نہیں آسکتا۔ معلوم نہیں لطافت اور کثافت سے تُو کیا مراد لیتی ہے لیکن یاد رکھ کہ جہاں لطافت ہو گی وہیں کثافت بھی ہو گی، اور کثافت کے بغیر لطافت کا اظہار ناممکن ہے۔ سبزہ زار، باغات، گلستان، خوش رنگ اور خوشبودار پھول، لذیذ پھل، خوش ذائقہ میوے، یہ سب جس زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور جس شے کے تعاون سے ان میں بالیدگی اور آتی ہے جانتی ہے اسے کیا کہتے ہیں؟ کھاد۔ اور کھاد کسے کہتے ہیں؟ سراسر کثافت، مکمل غلاظت۔ کیا اس کثافت اور غلاظت کے بغیر اس عالمِ جلوہ زار کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ اور پھر اس دلیل کو بھی رہنے دے، نسلِ آدم کا سلسلہ جس وظیفۂ جنسی کا مرہونِ منت ہے۔ کیا وہ کثافت سے پاک ہے؟ کیا اس کثافت کے بغیر یہ پیاری پیاری شکلیں یہ چلتے پھرتے پیکر پرتوِ الٰہ، یہ سُریلی رس گھولتی آوازیں، یہ محیر العقول ذہنِ انسانی وجود میں لائے جا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔"

ایک بار پھر امیر برہان نے شیر سے مقابلہ کرنے کے فرضی دعوے سے انہیں حیرت زدہ اور مرعوب کر دیا تھا اور آج اپنی زبردست پُر از استدلال گفتگو سے دونوں کو گنگ کر دیا تھا عریشہ اور چاندنی، دونوں ہی ایک بات سوچ رہی تھیں کہ امیر برہان آدمی زبردست ہے اور اس کی باتوں میں جادو کا اثر پایا جاتا ہے۔

بادشاہ، اپنی یادگار غیاث الدین خلجی کے حرم سرا کی طرح قائم کرنا چاہتا تھا اور امیر برہان کا اصرار اس کے شوق پر تازیانہ کا کام کر رہا تھا۔ مہینوں کے غور و فکر کے بعد اس نے فیصلہ کر دیا کہ وہ ایک آہو خانہ قائم کرے گا۔ اس آہو خانے میں دنیا بھر کے بے ضرر اور حسین جانور جمع کیے جائیں گے اور اس آہو خانے کا نظم و نسق عورتوں کے سپرد کر دیا جائے گا۔

بادشاہ نے آہو خانے کے لیے دریا کا کنارہ پسند کیا اور چودہ میل لمبا اور سات میل چوڑا احاطہ کھڑا کر دیا گیا۔ اس احاطے میں باغات لگائے گئے گلستان بنے اور جانوروں کو آباد کیا جانے لگا۔ بادشاہ نے آہو خانے میں خوبصورت عورتوں کے ذریعے نظم و نسق قائم کیا۔ اب امیر برہان کا اثر و رسوخ پہلے سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔ امیر برہان کے حوصلے اتنے بڑھے کہ حرم سرا کی چند دوسری لڑکیوں میں بھی پرتوِ الٰہ دیکھ لیا اور ان کا گرویدہ ہو گیا۔ اب بادشاہ کے حرم میں بھی کافی اضافہ ہو چکا تھا اور امیر برہان نے حرم سرا کے متعلق عملے میں اپنی

مرضی سے خاصا اضافہ کر رہا تھا۔ اس عملے میں امیر برہان کے رشتے داروں کی اکثریت تھی یہاں تک کہ اس کا نائب اپنا بھانجا دولت خان تھا۔

بادشاہ حرم سرا میں آتا اور اپنی پسندیدہ لڑکیوں اور عورتوں کے پاس رہ کر چلا جاتا۔ اس پورے حرم سرا میں چاندنی اور عرشیہ ہی ایسی تھیں کہ جنہیں بادشاہ بے حد پسند کرتا تھا۔ لیکن ان میں سے کسی ایک کو بھی ملکہ بنانے کے لیے تیار نہ تھا۔ چاندنی کو یہ خلش کھائے جا رہی تھی کہ وہ ملکہ نہیں بن سکی۔ اس نے امیر برہان کو بڑا لالچ دیا کہ وہ بادشاہ کو دو کاموں میں سے کسی ایک پر آمادہ کرے تو وہ امیر برہان کو دولت اور مرتبے سے اتنا نواز دے گی کہ گجرات کے دوسرے امراء اس پر رشک کرنے لگیں گے۔ ایک کام تو یہ تھا کہ چاندنی کو ملکہ بنانے میں مدد کرے اور بادشاہ کو ہر طرح آمادہ کرنے کی کوشش کرے اور دوسرا کام یہ تھا کہ اگر بادشاہ اس پر آمادہ نہیں ہوتا تو وہ چاندنی کو اجمیر چلے جانے کی اجازت دلوا دے۔

امیر برہان نے چاندنی کو ایک بار پھر سمجھایا کہ وہ لالچی نہیں ہے اس لیے وہ چاندنی کے لیے جو کام بھی کرے گا۔ بغیر کسی لالچ کے کرے گا۔

اب بادشاہ کے حرم میں اتنا زیادہ اضافہ ہو چکا تھا کہ بادشاہ کو اس کے لیے امیر برہان کے علاوہ اعتماد خان سے بھی کام لینا پڑا۔ اعتماد خان اس کے لیے تیار نہ تھا۔ اس نے بادشاہ سے معذرت کی کہ وہ بڑی سے بڑی اور خطرناک ترین خدمت انجام دینے کو تیار ہے لیکن حرم سرا سے دور رہنا چاہتا ہے۔

بادشاہ نے اصرار کیا۔ "اعتماد خان! تو ڈرتا کیوں ہے؟ آخر امیر برہان الدین بھی تو ہے، وہ کیوں نہیں ڈرتا؟"

اعتماد خان نے جواب دیا۔ "قبلۂ بندگان! امیر برہان الدین کو تقویٰ کی سپر ملی ہوئی ہے وہ ایک غیر معمولی پارسا ہے۔ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

بادشاہ نے کہا۔ "لیکن میں بھی مجبور ہوں۔ تو جتنا انکار کر رہا ہے میں اتنا ہی مجبور ہوتا جا رہا ہوں، اس خدمت کے لیے امیر برہان الدین کے بعد تیرے علاوہ کوئی ہے بھی تو نہیں۔"

اعتماد خان نے درخواست کی۔ "حضور! جلد بازی سے کام نہ لیں، ناچیز کو ایک ہفتے کی مہلت عطا فرمائیں تاکہ میں اس کے نشیب و فراز پر غور کر سکوں، ممکن ہے اس دوران کوئی تیسرا قابل اعتماد شخص میسر آ جائے۔"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "میں تیری درخواست پر ایک ہفتے کی مہلت تو دے سکتا

ہوں لیکن اس دوران میرا فیصلہ بحال رہے گا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ اس لیے میرے خیال میں ایک ہفتہ ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

اعتماد خان کا چہرہ فق تھا، بڑی مایوسی سے بولا۔ "جہاں پناہ! اگر میری درخواست رد کر دی گئی تو میں کہیں کا بھی نہ رہوں گا۔ میں برباد ہو جاؤں گا۔"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "تو برباد نہیں ہوگا۔ میں تجھے ایک ہفتے کی مہلت دے رہا ہوں۔"

اعتماد خان کی آنکھوں تلے اندھیرا پھیل گیا۔

برہان الدین کو جب یہ خبر ملی کہ بادشاہ اعتماد خان کو بھی حرم سرا کی نگہداشت پر لگانا چاہتا ہے تو وہ ڈرا مگر فوراً ہی اس خیال نے اس کو خوش کر دیا کہ اعتماد خان کا اس کے آس پاس ہونا بہت ضروری ہے کہ اپنی لغزشوں کو اعتماد خان جیسے بزدل کے سر تھوپنے میں بڑی آسانی رہے گی۔ اس نے یہ طے کر لیا کہ اعتماد خان کو نکلنے نہیں دیا جائے گا۔

اعتماد خان برہان الدین سے مشورہ لینے پہنچ گیا۔ برہان الدین نے اس کو دیکھتے ہی مبارکباد دی۔ "اعتماد خان! مبارک ہو کہ بادشاہ کا تجھ پر اعتماد کچھ اور بڑھ گیا۔"

اعتماد خان نے بڑی بے بسی سے جواب دیا۔ "امیر برہان! تم میری بربادی اور تباہی کی مبارکباد دے رہے ہو!"

برہان نے کہا۔ "یہ بلند مرتبہ ہر کسی کو نہیں ملتا۔ تو خوش قسمت ہے!"

اعتماد خان نے کہا۔ "امیر برہان! اس وقت میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اب تک تم عورتوں سے محفوظ کس طرح رہے ہو؟ تم نے خود پر قابو کس طرح پایا ہے؟"

برہان الدین نے جواب دیا۔ "بھائی اعتماد خان! تو ان چکروں میں نہ پڑ اور اپنے کام سے کام رکھ۔"

اعتماد خان چیخ مار کر رو دیا۔ "امیر برہان الدین! خدا کے لیے میرا پیچھا چھڑوا دو ورنہ میں تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔"

برہان الدین نے جواب دیا۔ "اعتماد خان! بزدلی نہ دکھا۔ میں کہتا ہوں کہ موقع سے فائدہ اٹھا۔"

اعتماد خان اداس آیا تھا۔ روتا چلا گیا۔

ادھر برہان الدین کو چاندنی میں پر تو اللہ نظر آنے لگا اور وہ چاندنی سے ہمہ اوست کے مسئلے پر باتیں کرنے لگا۔ چاندنی نے اپنے میدے شہابی رنگ پر گلابی کپڑے جو پہنے تو دیکھنے والوں کے ہوش و حواس میں آگ سی لگا دی۔ برہان الدین نے اس کو دیکھتے ہی سبحان اللہ، صل علیٰ کا نعرہ بلند کیا۔ چاندنی اس سے ناراض تھی منہ پھیر لیا اور ترشی سے کہا۔ "امیر برہان! اپنے ہوش میں رہ اور فوراً چلا جا۔"

برہان نے جواب دیا۔ "میں آج نہیں تو کل یہاں سے چلا جاؤں گا کیونکہ حرم سرا کا انتظام اعتماد خان کو سونپا جانے والا ہے۔ میں آہو خانے چلا جاؤں گا اور اگر اعتماد خان یہاں آگیا تو سمجھ لے کہ کس قسم کا انقلاب آجائے گا۔"

چاندنی نے کہا۔ "کیا تو سچ کہہ رہا ہے؟"

برہان الدین نے جواب دیا۔ "میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں، اعتماد خان یہ بات خود بتا کر گیا ہے۔"

چاندنی نے پوچھا۔ "پھر میرے کام کا کیا ہوگا؟"

برہان الدین نے جواب دیا۔ "میں تجھ کو ملکہ تو نہیں بنوا سکوں گا۔ ہاں اجمیر کا سفر ضرور کرا دوں گا۔ میں نے بادشاہ سے بات کر لی ہے۔"

چاندنی امیر برہان کی طرف فوراً مڑ گئی۔ "سچ؟ پھر میں کب تک سفر کروں گی؟"

برہان الدین نے جواب دیا۔ "دو ہفتوں کے اندر اندر۔"

چاندنی اس کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ برہان نے اس کے سراپا پر متجسسانہ نظر ڈالی اور سرشاری میں بولا۔ "چاندنی! اگر حور کا تصور نہ ہو تو جنت اور عبادت کا خیال ہی محال ہو جائے۔ خدا بادشاہوں کو حسینوں سے نوازتا ہے تو مجھے ذرا بھی حیرت نہیں ہوتی کیونکہ مال و زر پاس ہو تو اس سے آسائشیں اور خواہشیں خریدی جا سکتی ہیں لیکن حیرت تو اس جگہ ہوتی ہے جہاں میرے جیسے متقی، پرہیزگار اور پارسا پر خدا مہربان ہو کر حسینوں سے نوازنے لگتا ہے۔"

چاندنی سمجھ گئی کہ برہان اپنے طرزِ استدلال سے کسی ناجائز کو جائز قرار دینے والا ہے۔ بولی۔ "رک کیوں گیا امیر برہان! بولتا رہ، خدا نے تجھ کو بلا کی قوتِ استدلال اور طاقت لسانی عطا فرمائی ہے۔"

برہان نے اس کی پوری بات سنی ہی نہیں اور کہتا رہا۔ "میں نے اپنے رب کی اطاعت اس طرح کی ہے کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے میں نے ایک وقت کی نماز قضا نہیں

کی کسی کا حق نہیں مارا، پڑوسیوں اور عزیزوں کے حقوق ادا کیے ہیں۔ پھر مجھ سے پرہیزگار اور پارسا کو خدا انعام کیوں نہ دیتا۔ یہ یہاں جو کچھ بھی مجھے مل رہا ہے خدا کا انعام ہے۔"

چاندنی نے کہا۔ "امیر برہان! تو آگ سے کھیل رہا ہے اور ایک نہ ایک دن تو بہت پچھتائے گا اور اپنے ساتھ معلوم نہیں کتنوں کو برباد کرا دے گا۔"

برہان نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی۔ "عزت اور ذلت اس مالک دو جہاں کے ہاتھ ہے، اگر میں عزت سمیٹوں گا تو مجھے اپنے حصے کی ذلت بھی سمیٹنا پڑے گی۔ میں پرتو اللہ کی خاطر دنیا جہان کی ذلتیں گوارا کر سکتا ہوں۔"

چاندنی نے گھبرا کر کہا۔ "اچھا امیر برہان اس وقت تو چلا جا۔ بادشاہ کے تشریف آوری سے پوری حرم سرا میں انقلاب آجائے گا اور پتہ نہیں کہ کون کیا پا جائے اور کس سے کیا چھن جائے؟"

برہان بادشاہ کے خوف سے چلا تو گیا لیکن تھوڑی دیر بعد ہی واپس بھی آگیا۔ بولا۔ "چاندنی! تو مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتی۔ میں نے بادشاہ سے معلوم کر لیا ہے کہ وہ حرم سرا میں جائے گا یا نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ جن لڑکیوں سے اس کو ملنا تھا وہ اس کے پاس پہنچ چکی ہیں۔"

چاندنی نے حسد سے کہا۔ "لیکن میں تو نہیں گئی۔ بادشاہ کی خدمت میں!"

برہان الدین نے جواب دیا۔ "ہاں تو اس لیے نہیں گئی کہ خدا نے تجھ کو میرے لیے روک لیا ہے، چاندنی! تو اب بھی میری بات مان لے اور اس پر یقین رکھ کہ تو اللہ کی طرف سے بادشاہ کے بجائے میرے لیے انعام ہے بادشاہ طفیلی ہے اور میں اصلی مستحق۔"

چاندنی کو خوف آنے لگا۔ لیکن برہان الدین ڈٹا رہا۔ اتنے میں دولت خان نے آکر بتایا کہ بادشاہ آرہا ہے۔

برہان الدین فوراً باہر نکل آیا اور پھر بادشاہ کے استقبال کو چلا گیا۔

جب بادشاہ کو اس نے سلام کیا تو اس نے منہ پھیر لیا اور برہان الدین سے بات ہی نہیں کی۔

برہان الدین کا ماتھا ٹھنکا۔ لیکن بادشاہ سے پوچھنے کی ہمت نہ پڑی۔

بادشاہ حرم سرا میں چلا گیا اور اس نے یہ اعلان کر دیا کہ عنقریب اعتماد خان یہاں کا نظم و نسق سنبھال لے گا اور اس کو بادشاہ کی طرف سے یہ اجازت حاصل ہو گئی ہے کہ وہ حرم سرا کی کسی بھی خاتون کے سامنے جب چاہے آسکتا ہے۔ اس کے علاوہ حرم سرا کی

آرائش و زیبائش کا کام بھی اعتماد خان ہی کے سپرد کر دیا گیا۔

اعتماد خان بادشاہ کے ساتھ ہی تھا اور اس کے چہرے پر یہ خاص بات نظر آئی کہ بادشاہ کے اعلان سے اس کا چہرہ فق ہوتا چلا گیا۔ بادشاہ اور اعتماد خان حرم سرا میں گھس گئے اور برہان الدین کو رخصت کر دیا گیا۔

دوسری طرف آہو خانے پر بڑی تیزی سے کام ہو رہا تھا اور جو جو حصے مکمل ہو رہے تھے، انہیں آباد کیا جا رہا تھا۔ برہان الدین کو دونوں طرف دیکھنا پڑ رہا تھا اور بادشاہ کے چہرے اور روش سے، جو برہمی محسوس ہوتی تھی، بعد میں اس کا اظہار نہیں ہوا۔ اعتماد خان نے حرم سرا کی ذمہ داری جبراً قبول کی تھی اور وہ ہر وقت اداس اور پریشان رہتا تھا۔ برہان الدین نے اس سے کہا بھی کہ "اعتماد خان! تو اداس کیوں ہے؟"

اعتماد خان نے بڑی شکستہ دلی سے جواب دیا۔ "امیر برہان الدین! میں کہیں کا بھی نہیں رہ گیا، میں برباد ہو گیا!"

برہان الدین نے تسلی دی۔ "بظاہر تو تیری پریشانی سمجھ میں نہیں آتی۔ حرم سرا کا نگران اور آرائش کار ہونا کہاں کی مصیبت ہے؟"

اعتماد خان نے جواب دیا۔ "امیر برہان! عورتوں کے درمیان رہنا کم از کم میرے نزدیک بڑی خطرناک بات ہے اور پھر عورتیں بھی کیسی نادرۂ کار، منتخب روزگار۔"

برہان نے پوچھا۔ "وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا تجھ کو اپنی ذات پر اعتماد نہیں ہے؟ کیا تو عورتوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں کسی قسم کی پریشانی محسوس کرتا ہے؟ یا اس کے علاوہ کوئی بات ہے؟"

اعتماد خان نے جواب دیا۔ "اس کے علاوہ یہ بات ہے کہ بادشاہ مجھ پر شک و شبہ تو کر ہی سکتا ہے!"

برہان ہنس دیا۔ "شک و شبے کی ایک ہی رہی۔ اگر میری طرح تو بھی زہد و تقوے کو اپنی سپر بنا لے تو بادشاہ تجھ پر بھی شک و شبہ نہیں کرے گا۔"

اعتماد خان کی صورت بتا رہی تھی کہ وہ برہان کی کسی بات اور کسی دلیل سے مطمئن نہیں ہے۔ وہ کسی فکر میں تھا۔ وہ اپنے مسئلے کو سلجھانے کی فکر میں تھا۔ اس نے مایوسی سے کہا۔ "امیر برہان! افسوس کہ میں زہد و تقوے کو سپر بنا کر بھی عورتوں کا اثر قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مجھے بادشاہ کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کچھ اور

ہی کرنا پڑے گا۔"

برہان نے اس کا مذاق اڑایا۔ "تو بڑا بزدل نکلا اعتماد خان!"

* * *

برہان نے چاندنی کو اجمیر جانے کی اجازت دلوا دی، بادشاہ چاندنی کو بہت پسند کرتا تھا کیونکہ چاندنی ہی وہ عورت تھی جس نے صحیح معنی میں بادشاہ کو جنس کے لذیذ ترین ذائقے سے بہرہ یاب کیا تھا۔ بادشاہ نے برہان سے کہا کہ چاندنی تیری سفارش پر اپنے وطن اجمیر جا سکتی ہے لیکن اجمیر چونکہ سلطنت دہلی کے ماتحت ہے اس لیے اس کی واپسی کی ذمہ داری تجھ کو ہی لینا پڑے گی۔ برہان ذمہ داری قبول کرنے سے گھبرا رہا تھا لیکن چاندنی نے اسے مجبور کر دیا۔ اس نے بادشاہ سے کہہ دیا کہ وہ چاندنی کی واپسی کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔

برہان نے بادشاہ کی مصروفیات کا پتہ لگا کے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ چاندنی کے پرتوِ الٰہ میں . . . . . کچھ وقت ضرور گزارے گا اس نے اعتماد خان سے درخواست کی کہ اس کو چاندنی . . . . . سے باتیں کرنے کا موقع دیا جائے۔ کیونکہ بادشاہ اس کی ضمانت پر چاندنی کو اجمیر بھیجنے پر رضامند ہوا ہے۔ لیکن اعتماد خان نے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ یہ اجازت بادشاہ ہی دے سکتا ہے۔

دوسری طرف چاندنی خود بھی برہان سے ملنا چاہتی تھی کیونکہ وہ امیر برہان کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔

اس دوران اجمیر سے ایک شخص چاندنی سے ملنے آیا اور اس نے یہ منحوس خبر سنائی کہ اجمیر میں اس کے ماں اور باپ دونوں ہی کا انتقال ہو چکا ہے اور چاندنی کے بھائی اور بہن اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ بہن دلربا، جس کی عمر چودہ سال تھی۔ چاندنی ہی کی طرح رقص اور موسیقی میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور بھائی معقول ابھی اپنی عمر کے دسویں سال میں ہے اور مستقبل کی فکر میں سرگرداں ہے۔ آنے والے نے یہ بھی کہا کہ اگر چاندنی اجمیر نہیں جا سکتی تو ان دونوں کو یہیں بلوا لے۔ چاندنی نے اپنے والدین کے سوگ میں سیاہ لباس پہن لیا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ اجمیر ضرور جائے گی اور ان دونوں کو اپنے ساتھ لا کر بادشاہ کو قابو میں کرنے کی ایک اور تدبیر کرے گی۔ وہ خود ملکہ نہیں بن سکی تھی مگر دلربا تو ملکہ بن سکتی ہے۔

امیر برہان نے بادشاہ سے درخواست کی کہ اجمیر جانے سے پہلے وہ چاندنی سے ملنا چاہتا ہے تاکہ وہ چاندنی سے واپسی کے عہد و پیمان لے سکے۔ بادشاہ نے اجازت دے دی۔ برہان چاندنی کے پاس اسی وقت پہنچ گیا۔ چاندنی سیاہ لباس میں بہت زیادہ کھل رہی تھی۔ اس کا حسن پھٹا پڑ رہا تھا۔ اس نے پھیکی مسکراہٹ سے امیر برہان کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

امیر برہان نے غمزدہ لہجے میں کہا "چاندنی! تو اپنی زبان بند رکھ کیونکہ تو جو کچھ کہے گی مجھے اس کا علم ہو چکا ہے!"

چاندنی چیخ مار کر امیر برہان سے دور ہٹ گئی اور بولی "امیر برہان! اگر بھائی بہانہ ہوتے تو میں ہرگز اجمیر نہ جاتی!"

امیر برہان نے عرض کیا "اے چاندنی! تو کیوں گھبراتی ہے؟"

چاندنی روتی رہی آہستہ آہستہ، جھجکے جھجکے۔ برہان نے اِدھر اُدھر کا جائزہ لے کر چاندنی کا ہاتھ پکڑ لیا "چاندنی! میں نے تجھ کو اجمیر جانے کی اجازت دلوا دی۔ کیا تو اس سے خوش نہیں ہوتی؟"

چاندنی نے جواب دیا "میرا سیاہ لباس کیا اس کی غمازی نہیں کر رہا کہ اس وقت میں اپنے والدین کے سوگ میں ہوں!"

امیر برہان چاندنی کا ہاتھ پکڑ ہی چکا تھا، اس نے سرشار نظروں سے چاندنی کو دیکھا اور کہا "چاندنی! جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں جہاں کبھی پرتوِ الٰہ دیکھتا ہوں وہیں سجدہ ریز ہو جاتا ہوں۔ میں نے تجھ میں بھی پرتوِ الٰہ محسوس کیا ہے اور اس کی آگ میں مسلسل پھنک رہا ہوں۔ بخدا میں سچ کہہ رہا ہوں کہ میں تیرے چہرے میں حرمِ الٰہی دیکھ رہا ہوں اور جب حرمِ الٰہی سامنے آ جاتے تو ایک عاشقِ صادق کا یہ فرض ہے کہ وہ حرمِ الٰہی کو بوسہ دے چنانچہ اے شبیہہ حرمِ الٰہی مجھے اجازت دے کہ میں تجھے فرطِ عقیدت میں بوسہ دوں اور اپنے لب و رخسار اور آنکھیں ازراہِ عقیدت و احترام حرمِ الٰہی سے رگڑ دوں!"

چاندنی نے منہ بنا کر جواب دیا "افسوس امیر برہان کہ میں اس کی اجازت نہیں دے سکتی!"

امیر برہان نے کہا "کیوں آخر کیوں؟ چاندنی! میں ایک پارسا، پاک خیال اور نیک خصال شخص ہوں، میرے جذبات مقدس اور احساسات منزہ ہیں۔ الاعمال بالنیۃ

(اعمال کی بنیاد نیت پر ہے) میری نیت پاک ہے تو بھی نیت پاک رکھ، اس کے بعد جو ہوتا ہے ہو جانے دے!"

چاندنی نے زِچ ہو کر کہا "امیر برہان! تجھ میں جو سرشاری اور جراتِ رندانہ پائی جاتی ہے۔ وہ کسی نہ کسی دن تیری جان لے لے گی!"

"چاندنی! اس کی پرواہ نہ کر۔ میں نے کہہ جو دیا کہ میں ایک بار پھر فسانۂ منصور کی یاد تازہ کر دوں گا!"

چاندنی نے پوچھا "اس وقت اعتماد خان کہاں ہے؟"

برہان نے جواب دیا "مجھے کیا پتہ لیکن اتنی بات میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اعتماد خان کہیں بھی ہو حرم سرا میں نہیں ہے!"

چاندنی نے کسی قدر نرم پڑ کر کہا "میں نے ملکہ بننا چاہا لیکن نہیں بن سکی۔ بادشاہ ناقدرا ہے اس لیے میں بھی اس سے انتقام لوں گی اور خود کو پاک طینت و پارسا امیر برہان کے حوالے کر دوں گی تاکہ وہ پرتوِ الٰہ کی جی بھر کے زیارت کر لے!"

اب برہان کے لیے رکاوٹ ختم ہو چکی تھی۔ ایک طوفان اٹھا اور چاندنی اور برہان تنکوں کی طرح اڑنے لگے۔ ایک زلزلہ آیا جس میں دو وجود لوہار کی دھونکنی کی طرح اٹھنے دبنے لگے۔ ایک مدوجزر آیا۔ جس میں دو بدن ہچکولے کھانے لگے۔ برہان جس شدید جذباتی دباؤ میں مبتلا تھا۔ اس میں کمتر لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔

آخر میں چاندنی نے کہا "میں نے بادشاہ سے اس کی ناقدر شناسی کا انتقام لے لیا!"

برہان نے جواب دیا "ایسا نہ کہہ نادان عورت۔ جا آئینے میں دیکھ، میں نے تیرے جمال کی دوشیزگی کو نکھار دیا ہے۔ اب تو پہلے سے زیادہ حسین ہو گئی ہے۔ گویا میں نے ایک مندر کو دھو کر اجلا کر دیا ہے!"

چاندنی نے کہا "امیر برہان! میں واپسی میں اپنی بہن دلربا کو بھی لیتی آؤں گی۔ اب یہ تیرا کام ہے کہ تو اس کو کسی بھی طرح ملکہ بنوا دے۔ میں ملکہ نہیں بن سکی تو کوئی بات نہیں میری بہن دلربا ہی ملکہ بن جائے تو میرے لیے بڑی خوشی اور فخر کی بات ہو گی!"

برہان نے جواب دیا "چاندنی! اپنی بہن دلربا کو لے تو آ۔ اس کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کر دوں گا!"

چاندنی چلی گئی۔ اس دن اعتماد خان ہر روز سے زیادہ اداس تھا۔ بادشاہ حرم سرا کی طرف آرہا تھا۔ بادشاہ کے ساتھ ساتھ امیر برہان، دولت خان اور بیس بہادر (جو شیر کش کہلاتے تھے) بھی چل رہے تھے۔ بادشاہ انہیں حرم سرا کی اس عمارت میں لے گیا جو بادشاہ اور اس کے امراء کے وقتی قیام اور دربار کے لیے بنائی گئی تھیں۔ بادشاہ کو یہ معلوم ہوا تھا کہ حرم سرا میں اب تک جتنے بھی بچے پیدا ہوتے تھے ان میں لڑکا ایک بھی نہ تھا۔ ساری لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں۔ اس خبر نے بادشاہ کو بہت اداس کر دیا تھا۔ اس نے بیس تیر کش بہادروں اور دولت خان کو عمارت کے دروازے پر ٹھہرایا اور برہان اور اعتماد خان کو اندر لے گیا۔ یہاں چند طبیب پہلے ہی سے موجود تھے۔

بادشاہ ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گیا اور اپنے دائیں طرف پانچ قدم دور اعتماد خان کو کھڑا کیا۔ بائیں طرف اتنے ہی فاصلے پر برہان کو کھڑا کیا گیا۔ طبیب اس کے سامنے کھڑے تھے۔ بادشاہ کے پیچھے ایک پردہ پڑا تھا اور پردے کے پیچھے کسی کی موجودگی کا شبہ ہوتا تھا۔

بادشاہ کچھ دیر تک اعتماد خان کی صورت دیکھتا رہا۔ برہان اور اعتماد خان، دونوں ہی اس غلط فہمی میں پڑ گئے کہ یقیناً اعتماد خان کسی لغزش کا شکار ہو گیا ہے اور اب بادشاہ اس کے خلاف کوئی سزا تجویز کر رہا تھا۔

بادشاہ نے بڑی حسرت سے کہا۔ "میرے جاں نثار اور وفادارو! کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں میں نے یہاں کیوں بلوایا ہے؟"

اعتماد خان اور برہان نے ایک دوسرے کو دیکھا اور لاعلم ہو گئے۔

بادشاہ نے حکم دیا۔ "حرم سرا کی دائیاں حاضر کی جائیں۔"

کچھ دیر بعد ہی دائیاں حاضر کر دی گئیں۔ بادشاہ نے سوال کیا۔ "دائیو! حرم سرا میں اب تک لڑکے کتنے پیدا ہوتے ہیں اور لڑکیاں کتنی پیدا ہوتی ہیں؟"

دائیاں ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگیں۔ ایک دائی نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ "حضور کو معلوم ہو گا کہ ہمارے رسولؐ مقبول بیٹیوں سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "بیشک، بیشک۔ مگر تو کہنا کیا چاہتی ہے؟"

دائی نے کہا۔ "آج کل حرم سرا میں بھی بیٹیوں ہی کا زور ہے اور حیرت ہے کہ لڑکا ایک بھی نہیں پیدا ہوا۔"

بادشاہ کے چہرے پر غم واندوہ کے بادل چھا گئے۔ غمزدہ آواز میں کہا۔ "میں ایک گناہ گار انسان، بھلا رسول اللہ سے مماثلت یا مشابہت کا دعویٰ کس طرح کر سکتا ہوں، میں عاصی ہوں اور عاصی ہی رہوں گا اس لیے اب میں لڑکیوں کی پیدائش برداشت نہیں کر سکتا۔" پھر ایکدم اعتماد خان کی طرف مڑ گیا۔ "اعتماد خان! میرا یہ حکم اپنے قلب کی لوح پر محفوظ کر لے کہ آج اور اس وقت سے حرم سرا کا ہر حمل ضائع کر دیا جائے گا کیونکہ میں لڑکیوں کی پیدائش برداشت نہیں کر سکتا۔" پھر اطباء سے کہا۔ "اطبائے کرام! دائیاں موجود ہیں اور یہ تم سب کا فرض ہے کہ جب بھی کسی خاتون کے امید سے ہونے کی خبر ملے مشترکہ مساعی اور تدبیر سے اس امید کو ضائع کر دیا جائے۔"

دائیوں اور اطباء نے ایک ساتھ جواب دیا۔ "مرضی مولا از ہمہ اولیٰ۔"

بادشاہ نے اعتماد خان سے پوچھا۔ "آج کل تیری بیوی کہاں ہے؟"

اعتماد خان نے نظریں جھکا لیں اور کپکپاتی آواز میں جواب دیا۔ "قبلۂ بندگان! اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس سوال سے حذر فرمائیں۔ کیونکہ میرے جواب سے حضور باخبر ہیں۔"

بادشاہ نے کہا۔ "نہیں، میں اپنے سوال کا جواب تیری ہی زبان سے سننا اور حاضرین کو سنانا چاہتا ہوں۔"

اعتماد خان نے کہا۔ "میرے بیوی بچے اپنے گھر پر ہوں گے۔ کیونکہ میں کئی دن سے ان سے نہیں ملا اور نہ آئندہ ملنے کا کوئی امکان ہے۔"

بادشاہ نے پوچھا۔ "ایسا کیوں ہے؟ وجہ سبب؟"

اعتماد خان نے نظریں جھکا لیں۔ "جیسا کہ ہر کوئی جانتا ہے کہ میں اعتماد خان ہوں۔ میں نے اپنے نام کے معنی و مطلب پر خوب غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ مجھ کو اپنا اعتماد ہر قیمت پر برقرار و قائم رکھنا ہے۔"

بادشاہ نے پھر سوال کیا۔ "میں تجھ سے تیری بیوی کا پتہ چاہتا ہوں۔"

اعتماد خان نے جواب دیا۔ "میں نے عرض کیا تو کہ وہ اپنے گھر میں ہو گی اور میں اس سے کئی دن سے نہیں ملا۔" بادشاہ نے اپنے پیچھے بٹے ہوئے پردے کی طرف اشارہ کیا۔ "ادھر اس پردے کے پیچھے جا اور دیکھ کہ یہی تیری بیوی ہے یا کوئی اور؟"

اعتماد خان بھاگ کر پردے کے پیچھے پہنچا اور اپنی بیوی کو موجود دیکھ کر حیران رہ گیا۔ شرم سے سر جھکا لیا اور بیوی سے پوچھا۔ "تو یہاں کیا لینے آگئی ہے؟"

بیوی نے منہ بسور کر جواب دیا۔ "میں فریادی ہوں اعتماد خان!"

اعتماد خان سہم کر بادشاہ سے بولا "بندہ پرور! میں نے اپنی بیوی کو حرم سرا میں داخل کر دیا ہے اور اب حضور اس سے متمتع ہو سکتے ہیں۔"

برہان، اطباء اور دایوں پر سناٹا طاری ہو گیا کیونکہ اعتماد خان نے بڑی بے شرمی کی بات کہی تھی۔

اعتماد خان نے شرما شرما کر ہکلا کر جواب دیا۔ "جہاں پناہ! جیسا کہ میں کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ میں اپنے اعتماد کو مجروح نہیں دیکھ سکتا اور اس پر بھی یقین رکھتا ہوں کہ کوئی بھی مرد عورتوں میں رہ کر پاکبازی کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ پھر میں یہ دعویٰ کس طرح کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ہفتوں کے غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کر لیا کہ میں بہر حال اعتماد خان ہی رہوں گا۔ میں نے اپنے اعتماد کے قیام و استحکام کی خاطر کافور کھا کر اپنی قوتِ مردمی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زائل کر دیا۔"

اعتماد خان کے اعتراف نے ہر ایک کو چونکا دیا اور اطباء کی تو چیخیں نکل گئیں۔

بادشاہ اس کو بڑی عزت کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

برہان نے بے اختیار پوچھا۔ "اعتماد خان کیا یہ سچ ہے؟"

اعتماد خان کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔ "امیر برہان! کیا میں نے بار بار یہ نہیں کہا تھا کہ اگر حرم سرا کی نگہداشت میرے سپرد کر دی گئی تو میں تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔ میں کہیں کا بھی نہیں رہوں گا۔"

برہان نے زیر لب جواب دیا۔ "ہاں تو نے یہ بات کہی تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے۔"

اعتماد خان نے کہا۔ "پھر میں نے جو کہا تھا کر دکھایا۔ اب میں پوری طرح مطمئن ہوں کہ بادشاہ سلامت اس ناچیز پر کسی قسم کا شبہ نہیں کر سکتے۔ افسوس کہ میں تیری طرح زہد و تقویٰ کی سپر سے محروم تھا اور پھر میں تو اس پر یقین رکھتا ہوں کہ انسان اگر کئی دن کا بھوکا ہو اور گرم گرم لذیذ کھانوں کی نگرانی اس کے سپرد کر دی جائے تو وہ بھوکا انسان اپنے ایمان پر قائم نہیں رہ سکتا، اگر کوئی شخص ادعائے ضبط و برداشت کرے تو میں اس کے دعوے پر یقین نہیں کر سکتا۔"

امیر برہان کو غصہ آ گیا۔ وہ سمجھا اعتماد خان اس پر چوٹ کر رہا ہے، برہمی سے بولا۔ "امیر اعتماد خان! تو یہ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔ قوتِ مردمی کے

زیاں اور رجولیت کے ضیاع نے تیری عقل بھی برباد کر دی ہے ورنہ ایسی بہکی بہکی باتیں نہ کرتا۔"

بادشاہ نے امیر برہان کو ڈانٹا۔ "برہان! تو حسد کر رہا ہے کیونکہ اعتماد خان نے اپنے اعتماد کی خاطر جو کچھ کیا ہے۔ تو یا کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اس لیے اعتماد خان کی عظمت اور بڑائی کو حاسدانہ حملوں سے منہدم کرنے کی کوشش نہ کر۔"

امیر برہان بادشاہ کی وجہ سے چپ تو ہو گیا لیکن اس کا دل صاف نہیں تھا۔

بادشاہ نے اطباء اور دایوں کو حکم دیا۔ "تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اس پر پوری مستعدی اور ہوشمندی سے عمل درآمد ہو گا۔ سارے عمل ضائع کر دیئے اور کوئی شخص بھی اعتماد خان کی حکم عدولی نہیں کرے گا۔"

ان سب نے یک آواز جواب دیا۔ "مرضی مولا از ہمہ اولیٰ۔"

بادشاہ نے اعتماد خان سے کہا۔ "اعتماد خان! تو اپنی بیوی کو حرم سرا سے لے جا اور اس کو اپنے بارے میں خود فیصلہ کرنے دے، اس پر زیادتی ہو گئی ہے۔ اس لیے اس زیادتی کے ازالے کی یہی صورت ہے کہ اس کو اس کی مرضی اور حال پر چھوڑ دیا جائے۔"

اعتماد خان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور اس کی داڑھی کے بالوں پر آنسوؤں کے موتی اٹکے ہوئے تھے۔

* * *

آہو خانے کا بیشتر کام مکمل ہو چکا تھا اور اس کے نظام کو چلانے کے لیے عورتوں اور لڑکیوں کی تقرریاں بھی عمل میں آ رہی تھیں۔ امیر برہان کی مصروفیات بہت زیادہ بڑھ چکی تھیں۔ معلوم نہیں بادشاہ آہو خانے میں بار بار کیوں آ رہا تھا۔ جب وہ آہو خانے میں داخل ہوتا تو امیر برہان اور دولت خان اس کے پیچھے پیچھے چلتے۔ بادشاہ آہو خانے کی ترتیب، آرائش و زیبائش اور اس کے انتظام پر نکتہ چینی کرتا ہوا چلتا رہا۔ کبھی کبھی وہ ایک دم گرم ہو جاتا اور کبھی کبھی بے موقع ہنس دیتا۔

بادشاہ نے چلتے چلتے پوچھا۔ "امیر برہان! چاندنی آ گئی ہے؟"

برہان نے جواب دیا۔ "بندہ پرور! اس کا صحیح علم تو اعتماد خان کو ہو گا۔"

بادشاہ نے پوچھا۔ "اس کی واپسی کی ذمہ داری کس نے قبول کی تھی؟"

امیر برہان نے سہم کر جواب دیا۔ "میں نے "

بادشاہ نے کہا۔ "اسی لیے میں نے تجھ سے یہ سوال کیا کہ کیا چاندنی واپس آگئی ؟"

امیر برہان نے جواب دیا۔ "حضور والا شاید نہیں۔"

بادشاہ نے طیش میں کہا۔ "اسے واپس آجانا چاہیئے تھا۔ برہان! میں اس کو بہت پسند کرتا ہوں، اگر چند باتیں مانع نہ آتیں تو میں چاندنی کو اپنی ملکہ بنا لیتا لیکن میں اپنی یہ خواہش پوری نہ کر سکا۔ میں اس کی جدائی زیادہ دن برداشت نہیں کر سکوں گا۔ اگر چاندنی واپس نہ آئی تو تجھے اجمیر جانا پڑے گا اور اس کو اپنے ساتھ واپس لانا پڑے گا۔"

برہان لاجواب ہو گیا۔ عاجزی سے جواب دیا۔ "بندہ پرور! اس ناچیز نے جو ذمہ داری قبول کی تھی، اسے پورا کرے گا۔ میں چاندنی کے لیے اجمیر کا سفر کرنے کو تیار ہوں۔"

بادشاہ نے آہو خانے کے خاص محل کے آس پاس درختوں کے تنوں پر مختلف رنگوں کے مخملیں کپڑے لپٹوا دیے۔

برہان نے بادشاہ سے درخواست کی کہ آہو خانے کے حسن کو چار چاند لگانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو حسینوں سے پاٹ دیا جائے۔

بادشاہ نے جواب دیا۔ "یہ بھی ہو جائے گا، مت گھبرا۔ پریشان نہ ہو۔"

برہان بادشاہ کے ساتھ ساتھ چل پھر رہا تھا، بادشاہ نے اچانک کہا۔ "برہان اگر چاندنی واپس آجاتی ہو تو میں عریشہ اور چاندنی کو آہو خانے میں منتقل کر دیتا کیونکہ میں نے چاندنی اور عریشہ میں یہ بات محسوس کی ہے کہ انہیں یک رنگی اور یکسانی سے نفرت ہے اور وہ حرم سرا سے عاجز آچکی ہیں۔"

برہان نے جواب دیا۔ "حضور والا! یوں تو یک رنگی اور یکسانی کسی قسم کی بھی ہو ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ لیکن صوم و صلوٰۃ ہی ایسی چیزیں ہیں، جن سے دل نہیں گھبراتا۔"

بادشاہ نے برہان کی بات پر توجہ دیئے بغیر کہا۔ "عریشہ امید سے ہے، میں نے اعتماد خان کو حکم دے دیا ہے کہ عریشہ کو حسب دستور ہلکا کر دیا جائے چنانچہ اسقاط کے فوراً بعد ہی اسے آہو خانے میں منتقل کر دیا جائے گا۔"

بادشاہ تو واپس چلا گیا اور برہان کچھ اور ہی منصوبے بنانے لگا۔

برہان راتوں کو تہجد ادا کرتا۔ آہو خانے کی عورتیں اور لڑکیاں اس کے تقدس سے بے حد متاثر تھیں اور وہ جب بھی برہان کو دیکھتیں، احتراماً کھڑی ہو جاتیں اور خود برہان کا یہ عالم تھا کہ آہو خانے کی ہر لڑکی میں اسے پرتو الٰہ ضرور دکھائی دیتا۔

ایک دن اعتماد خان نے نصف رات کے بعد برہان الدین کو یہ خوشخبری سنائی کہ چاندنی اپنی بہن کے ساتھ واپس آچکی ہے اور اس کی واپسی سے بادشاہ بہت خوش ہے۔

اس خبر نے برہان کو سر تاپا خوشی سے سرشار کر دیا اور وہ بے اختیار سجدے میں گر گیا۔ اس نے رات بڑی بے چینی سے گزاری اور علی الصبح نماز کے بعد تسبیح ہاتھ میں لیے ہوتے وہ بادشاہ کی خدمت میں جا کھڑا ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا۔ "متقی برہان! مجھ سے کوئی کام ؟"

برہان نے جواب دیا۔ "قبلہ بندگان! چاندنی آچکی ہے۔ میں بہت خوش ہوں کہ میرے خدا نے مجھے بادشاہ سلامت کی نظروں میں سرخرو رکھا۔ بہر حال پھر بھی یہ عاجز اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ آئندہ کسی کی ضمانت اور ذمہ داری قبول نہ کی جائے۔"

بادشاہ نے سکوت اختیار کیا۔

برہان دوپہر سے ذرا پہلے چاندنی سے ملاقات کرنے چلا گیا۔ چاندنی اور زیادہ نکھر گئی تھی اور جب اس نے چاندنی کی بہن دلربا کو دیکھا تو اس میں پرتو الٰہ کا وافر ذخیرہ نظر آیا۔ اس کی طبیعت مچل گئی۔ انگوری لباس میں سے دلربا کا حسن شباب کی شکل میں چھلکا جا رہا تھا۔ برہان کی نظروں کا پیام چاندنی نے پا لیا اور اس نے دلربا سے کہا۔ "دلربا! تم اندر جا اور آرام کرلے۔ سفر نے جوڑ جوڑ تنگ کر دیا ہے۔"

دلربا فوراً اندر چلی گئی۔ برہان کو چاندنی کی یہ بات بہت گراں گزری، پوچھا۔

"چاندنی! یہ دلربا کو کہاں بھیج دیا؟ میں تو اس کو جی بھر کے دیکھ بھی نہ سکا۔"

چاندنی نے جواب دیا۔ "امیر برہان! میں نے تیری آنکھوں میں پرتو الٰہ کی چمک دیکھ لی تھی اور اس چمک کے نتیجے میں معلوم نہیں کتنے آدمیوں اور عورتوں کو مصیبت جھیلنا پڑتی۔ اس لیے میرا تجھ کو فوراً نہ بلانا اور محتاط رویہ رکھنا ہم دونوں کے حق میں مفید رہا۔"

برہان نے درخواست کی۔ "اچھا دلربا کو ذرا بلا تو سہی!"

چاندنی نے جواب دیا۔ "نہیں، وہ نہیں آئے گی، تو بلاوجہ تنگ نہ کر۔"

برہان کو غصہ آ گیا۔ "چاندنی تو نہیں جانتی کہ میں قلندر رہوں۔ میرے مجاہدۂ نفس اور تقوے نے میری زبان اور نظر میں وہ تاثیر پیدا کر دی ہے کہ اگر میں چاہوں گا تو دلربا میرے پاس کھنچی چلی آئے گی۔ میں جب چاہوں گا بادشاہ کا دل تیری طرف سے منحرف اور بیزار کر دوں گا۔"

لیکن اعتماد خان نے مزہ کرکرا کر دیا۔ اس نے برہان کی موجودگی پر اعتراض کیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ وہ آئندہ یہاں نہیں آئے گا۔

برہان نے کہا۔ "مجھے یہاں آنے کا شوق نہیں ہے لیکن میں نے چاندنی کی واپسی کی ذمہ داری قبول کی تھی اس لیے اس کی آمد کی خبر سن کر ملنے چلا آیا۔ آج کے بعد میں یہاں نہیں آؤں گا۔"

برہان آہو خانے چلا گیا۔ وہاں بادشاہ کا فرمان ملا کہ وہ شکار کھیلنے جا رہا ہے اس لیے چودہ روز کے اندر اندر وہ شکار پر ساتھ چلنے کے لیے تیار رہے۔ برہان بادشاہ سے خوش نہیں تھا، کیونکہ محمود شاہ ثانی اب وہ پہلے جیسا بادشاہ نہیں رہا تھا۔ اب اس میں کائیاں پن آ گیا تھا اور وہ بادشاہ کی حیثیت سے واقف ہو گیا تھا۔

بیس ہزار تیر کش برہان کے ماتحت تھے، حرم، مصاحبین، درباری امرا اور شکاریوں پر مشتمل ایک فوج مالوے کی طرف چل پڑی۔ کئی دن بعد یہ لوگ شکار گاہ میں داخل ہو گئے۔ یہیں برہان کو یہ خاص خبر معلوم ہوئی کہ بادشاہ دلربا کا گرویدہ ہو چکا ہے اور اس بات کا امکان پیدا ہو گیا ہے کہ بادشاہ دلربا سے شادی کر لے۔ برہان کا دل بجھ گیا۔

بادشاہ کے ساتھ جو لوگ بھی تھے وہ ہر طرح بادشاہ کا دل بہلانے کی کوشش کر رہے تھے۔

بادشاہ خود تو جنگل میں نظروں سے اوجھل ہو گیا اور اپنے حرم کو برہان اور اس کے بیس ہزار تیر کش ساتھیوں پر چھوڑ دیا۔ اعتماد خان بادشاہ کے ساتھ ساتھ بھاگ دوڑ رہا تھا۔

برہان نے اپنے بھانجے دولت خان کو پہرے پر بٹھایا اور چاندنی سے ملاقات کی۔ چاندنی نے بے رخی دکھائی اور سرزنش کی کہ وہ آئندہ ملنے کی کوشش نہ کرے۔ ورنہ اس کا برا نتیجہ نکلے گا۔ برہان نے جواب دیا۔ "چاندنی! میں نے بھی یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اب تجھ

سے نہیں ملوں گا لیکن حالات جو رخ اختیار کر رہے ہیں ان سے ہم دونوں میں اکثر ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔ کیا تو جانتی ہے کہ بادشاہ حرم سرا کو دو حصوں میں تقسیم کرنے والا ہے۔ حرم سرا کی بعض عورتوں کو آہو خانے منتقل کر دیا جائے گا۔ ان منتقل ہونے والوں میں تو خود اور عریشہ شامل ہیں۔"

چاندنی نے بیزاری سے کہا۔ "امیر برہان آخر تو کہنا کیا چاہتا ہے؟"

برہان الدین نے جواب دیا۔ "چاندنی! میں نے کل رات کے پچھلے پہر جاگتے میں دیکھا کہ سفید چادر میں لپٹی ایک نورانی شکل مجھ سے کہہ رہی ہے کہ برہان! اٹھ اور ہمت سے کام لے اور وہ کر دکھا جو کسی معمولی اور عام آدمی کے بس کا نہیں۔ اس نورانی مجسمے نے مجھ کو یقین دلایا کہ میں جو کچھ چاہتا ہوں وہ سب ملے گا۔"

چاندنی نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تو بادشاہ بھی بن سکتا ہے؟"

برہان نے جواب دیا۔ "ہاں میں بادشاہ بھی بن سکتا ہوں اور اگر میں بادشاہ بنا بھی تو گجرات کا بادشاہ ہرگز نہ بنوں گا، میں شمالی ہند چلا جاؤں گا اور سلطنتِ دہلی پر قبضہ جماؤں گا۔"

چاندنی کو برہان کے دماغ میں فتور محسوس ہوا۔ اس نے سوچا کہ اگر اس خطرناک بات چیت کا بادشاہ کو علم ہو گیا تو برہان اور چاندنی پر یکساں مصیبت نازل ہو گی۔ بولی۔ "امیر برہان! تو خدا کے لیے یہاں سے چلا جا کیونکہ تو باتیں بڑی خطرناک کر رہا ہے۔"

لیکن برہان تو گیا نہیں۔ چاندنی چلی گئی۔

بادشاہ شکار کھیل کر احمد آباد واپس چلا گیا۔ یہاں اس کو یہ خطرناک خبر ملی کہ سورت بندر میں مقیم غیر ملکی اس کی حکومت کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے سورت کے ساحلی قلعے کی تعمیر کا حکم دے دیا اور موقع کا جائزہ لینے خود سورت چلا گیا۔ جانے سے پہلے بادشاہ نے حرم سرا کی کئی خواتین اور لڑکیوں کو آہو خانے منتقل کر دیا۔ ان منتقل ہونے والوں میں عریشہ اور چاندنی بھی شامل تھیں۔

عریشہ چاندنی سے بہت جلنے لگی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اگر چاندنی دلربا کو نہ لاتی تو بادشاہ عریشہ کو ملکہ بنا لیتا۔ بادشاہ کے سورت جانے کے بعد عریشہ نے چاندنی کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں سوچنا شروع کر دیں۔

عریشہ کا آہو خانے آجانا برہان کے لیے بڑی خوشی کی بات تھی لیکن وہ عریشہ سے بے تکلف نہیں تھا، ایک بار جو کچھ ہو چکا تھا۔ اس نے برہان کو کئی دن تک بہت پریشان رکھا تھا اور جب اس کے علم میں یہ بات آئی تھی کہ بادشاہ، عریشہ کو ملکہ بنانے والا ہے تو وہ عریشہ کے نام اور سائے تک سے ڈرنے لگتا تھا۔ عریشہ نے اس کو بہت متاثر کیا تھا لیکن وہ اپنے اس تاثر کو سینے میں چھپاتے ہوئے تھا۔ اب جو اس کو یہ معلوم ہوا کہ عریشہ آہو خانے میں داخل ہو گئی ہے تو وہ بہت خوش ہوا۔

آہو خانے میں پھل دار درختوں کو بڑے سلیقے اور ترتیب سے لگایا گیا تھا۔ لیموں کے درختوں میں سے ترش خوشبو اور امرود کے پتوں میں سے مہک دار بکھرتی خوشبو میں بڑی شدت تھی۔ آم اور جامن کے درخت بھی تھے اور فالسے کی جھاڑیاں بھی۔ مہندی کے درختوں کے جھنڈ بھی موجود تھے۔ بیل، کیتھے اور املی کے درخت بھی تھے۔ تاڑ، ناریل کھجور اور مہوے کے درخت بھی موجود تھے۔ برہان آہو خانے کی دیکھ بھال کی خاطر اپنا گھوڑا اچکاتا بھگاتا رہتا تھا اور کبھی کبھی آہو خانے کی معزز خواتین سے مشورے بھی لے لیا کرتا تھا۔

رات کو جبکہ چاندنی کھلی ہوئی تھی اور تیرھویں کا تقریباً مکمل چاند بھاگتے بادلوں کی وجہ سے خود بھی بھاگتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ خواتین اپنے اپنے کمروں میں جا چکی تھیں۔ برہان نے ایک خدمت گار خاتون کے ذریعے عریشہ کو بلوایا اور تاکید کر دی کہ اس کا علم چاندنی کو نہ ہونے پائے۔

عریشہ آ گئی۔ برہان نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس کو مہندی کی جھاڑیوں میں لے گیا۔ وہ تنہائی میں سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ برہان نے پوری کوشش کی کہ عریشہ کے آنسو تھم جائیں لیکن ناکام رہا۔ آخر پوچھا "عریشہ تو کیوں رو رہی ہے؟"

عریشہ نے جواب دیا "جب میں اپنی بدنصیبی پر غور کرتی ہوں تو دیکھ کر بہت پریشان ہوتی ہوں کہ بادشاہ ہمارے نومولود بھی پسند نہیں کرتا اور انہیں اس خوف سے ضائع کرا دیتا ہے کہ کہیں وہ لڑکی نہ ہو۔"

برہان نے تسلی دی "عریشہ! یہ ظلم و زیادتی تو عام ہے میں زبان کھولتے ہوئے ڈرتا ہوں لیکن اگر تم لوگ چاہو تو اسکا تدارک ہو سکتا ہے۔"

عریشہ نے پوچھا "کس طرح تدارک ہو سکتا ہے؟"

برہان نے اس کا ہاتھ، ہاتھ میں لے لیا "اس ہاتھ میں قرآن لینا پڑے گا اس کے بعد میں تجھ پر یقین کروں گا۔"

عریشہ نے یقین دلایا "میں اپنے بچوں کی قبل از ولادت موت نہیں برداشت کر سکتی۔"

برہان نے کہا "عریشہ، جب میں تیرے سراپا کو دیکھتا ہوں تو دل و زبان سے بے اختیار سبحان اللہ نکل جاتا ہے۔ تیری جیسی بے مثل حسین لڑکی حرم سرا میں موجود ہو اور بادشاہ ملکہ کے لیے کسی اور لڑکی کا انتخاب کر لے۔ یہ بڑی افسوسناک بات ہے!"

عریشہ نے دانت پیستے ہوئے کہا "خدا کی قسم اگر میرا بس چلے تو میں چاندنی اور دلربا کو ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت کر دوں!"

برہان نے تسلی دی "اس طرح مت سوچ عریشہ تو عورت ہے جو ناقص العقل ہوتی ہے۔ تو اپنی چاندنی اور دلربا کی دشمنی کو کسی پر ظاہر نہ کر۔ پھر میں جب اشارہ کروں تو کسی بھی بہانے سے چاندنی اور دلربا کو دولت کے حوالے کر دے، بقیہ کام دوسرے لوگ انجام دے لیں گے اور جب یہ دونوں حرم سرا اور آہو خانے سے غائب ہو چکی ہوں گی تو حرم سرا میں تجھ سے زیادہ حسین اور کون ہو گی۔"

عریشہ نے جواب دیا "میں اپنی عزت اور وقار کی بحالی کے لیے سب کچھ کروں گی، چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"

برہان نے تذبذب سے کہا "لیکن میں اپنے تعاون کے عوض تجھ سے بھی کچھ چاہوں گا!"

عریشہ اس کا مطلب سمجھ گئی، بولی "جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اس کا اعادہ ہو گا شاید؟"

برہان نے جواب دیا "ہاں تو نے ٹھیک سمجھا۔ ابھی چند دن پہلے مجھ کو خواب میں کسی نے ہدایت کی کہ برہان اللہ کے پیکر عریشہ کو زرعی زمین سمجھ لے اور اس میں بیج ڈال دے اس سے جو پودا اگے گا وہ گجرات کے مستقبل کا بادشاہ ہو گا۔ میری زبردست خواہش ہے کہ میری اولاد حکمرانی کرے اور اب جبکہ میری خواہش پوری ہونے والی ہے تو میری معاون و مددگار بن جا۔"

عریشہ نے ہچر مچر سے کام لیا "میں تیرا ساتھ دے سکتی ہوں لیکن آنے والوں کو قبل از وقت ہی مار دیا جائے گا اس کا کیا علاج؟ میں تعاون کو تیار ہوں لیکن اس تعاون سے فائدہ کیا ہو گا؟"

برہان نے جواب دیا "فائدہ تو میں سوچوں گا، یہ تیرے سوچنے کی بات نہیں

ہے، میں لڑکا چاہتا ہوں، جو خواہ بادشاہ کا ہی کیوں نہ کہلاتے اگر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو میں اس دن تک زندہ رہنے کی کوشش کروں گا جبکہ میرا بیٹا گجرات کے تخت پر بیٹھ جاتے گا اور میں دل ہی دل میں فخر اور طمانیت محسوس کروں گا۔"

عریشہ نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔" امیر برہان! مجھ پر تیری بزرگی اور دینداری کا خاص رعب ہے لیکن ڈر یہ لگتا ہے کہ اگر بادشاہ کو یہ باتیں معلوم ہو گئیں تو ہمارا بڑا برا حشر ہو گا۔"

"بادشاہ کو ان باتوں کا علم ہی کیوں ہو گا۔ آہو خانے کا نگران میں ہوں، میرا نائب دولت خان میرا بھانجا ہے اور پھر یہ کہ موکل میرے قبضے میں ہیں۔ میں جس کو چاہوں موکلوں کے ذریعے تباہ و برباد کرا دوں گا۔"

عریشہ نے برہان کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔" اعتماد خان تیرے تعاقب میں ہے۔ اس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔"

چاندنی رات، مہندی کی جھاڑیاں، دولت خان کی پہرے داری، برہان کا کوئی کیا بگاڑ سکتا تھا، وہ وہیں دادِ عیش دیتا رہا۔ عریشہ اس کی مطیع و فرماں بردار ہو چکی تھی۔ برہان سوچ رہا تھا کہ اگر اس رات کا نتیجہ کسی لڑکے کی ولادت کی شکل میں ظاہر ہوا اور وہ لڑکا شاہی محل میں پرورش بھی پاتا رہا تو تاج و تخت پر قبضہ کرنے کے بعد اس لڑکے پر یہ راز کھول کر ظاہر ہو گا کہ وہ بادشاہ کا نہیں، امیر برہان کا بیٹا ہے۔ اس پر جتنی شہادتوں کی ضرورت ہو گی خاموشی سے گزار دی جائیں گی۔

بادشاہ کو دو ماہ لگ گئے۔ اس نے سورت میں ایک شاندار قلعہ تعمیر کرایا۔ اس کی تعمیر کا کام جاری ہی تھا کہ بادشاہ واپس آ گیا۔ وہ حرم سرا میں گھس کر بیٹھ گیا۔ حرم سرا سے نکل کر آہو خانے چلا آیا اور چاندنی، عریشہ اور دوسری خواتین سے ملاقاتیں کیں، کچھ اپنی سنائی۔ بادشاہ سورت سے چند خوبصورت لڑکیاں لایا تھا۔ برہان نے انہیں دیکھا تو غش کھاتے کھاتے رہ گیا۔ برہان، بادشاہ سے کہہ تو نہیں سکا لیکن اس کی خواہش یہی تھی کہ ان لڑکیوں کو آہو خانے میں رکھا جائے۔

غالباً بادشاہ نے برہان کے تردد اور خواہش کو سمجھ لیا اور لڑکیوں کو آہو خانے میں چھوڑ دیا۔ برہان سے مسکرا کر کہا۔" برہان! ان لڑکیوں سے کام تو لے، انہیں دیکھ اور ان سے باتیں کر کے یہ اندازہ لگا کہ کون لڑکی کس کام کے لیے موزوں یا مناسب رہے گی۔"

برہان نے جواب دیا۔" حضور فکر نہ کریں۔ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں انہیں

ان کی صلاحیتوں کے مطابق کام دوں۔"

بادشاہ لڑکیوں کو برہان کے حوالے کر کے چلا گیا۔ برہان نے ان لڑکیوں کو آہو خانے کے بیرونی محل میں اپنے سامنے کھڑا کیا اور ان سے باتیں کرنے لگا۔ برہان کو ہر لڑکی میں پری تمثال نظر آ رہا تھا۔ اس نے تمام لڑکیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دیا اور خود ان سے دور ایک کمرے میں جا بیٹھا، آہو خانے کی ایک عورت کو خدمت گار کی طرح اپنے کمرے کے باہر کھڑا کیا اور اس کو ہدایت کر دی کہ وہ باری باری ایک ایک لڑکی کو اندر بھیجتی رہے۔

تھوڑی دیر بعد ایک لڑکی اندر آ گئی۔ برہان نے اس کو دیکھتے ہی سبحان اللہ کا نعرہ لگایا۔ لڑکی اس دیندار کو دیکھ کر خاصی مرعوب ہوئی۔

برہان نے لڑکی سے اس کے خاندان، وطنیت، مذہب، تعلیم، فن اور مذاق کی بابت بیسیوں سوال کر ڈالے۔ وہ پوچھ پوچھ میں یہ کہتا جاتا کہ مجھے تجھ پر رحم آتا ہے۔ تو تو کسی ملک کی ملکہ بننے کے لائق تھی لیکن خیر تو میرے سپرد کر دی گئی ہے۔ اس لیے تجھ کو ذلیل و خوار نہیں ہونے دیا جائے گا۔ دو ایک دن میں تیرے ذمے کوئی مناسب کام کر دیا جائے گا۔ لیکن اس سے پہلے یہ ضرور ہے کہ تو مجھ سے ملتی جلتی رہ۔ مگر اس ملاقات کا کسی کو علم نہ ہو، جب تجھے کہیں سے کہیں پہنچا دوں گا۔"

امیر برہان نے اپنی پسندیدہ لڑکی کو چھوٹے سے گلستان میں لگا دیا تھا، جہاں سینکڑوں قسم کے پھولوں سے لدے ہوتے پودے لگے ہوتے تھے۔ امیر برہان دن میں کبھی کبھی بار اس لڑکی کے پاس پہنچ جاتا اور ہدایتوں اور نصیحتوں سے لڑکی کو عاجز اور پریشان کر دیتا۔ چونکہ بادشاہ کی طرف سے کسی قسم کی باز پرس نہیں ہو رہی تھی اور اس پر غیر معمولی اعتبار کیا جا رہا تھا۔ اس لئے امیر برہان کے حوصلے بھی بڑھے ہوتے تھے۔ اس نے نئی لڑکی سلیمہ کو اتنا تنگ کیا کہ وہ عافیت کی فکر کرنے لگی۔ بادشاہ آہو خانے میں آتا تو امیر برہان کو وہ عزت دیتا کہ ساکنانِ آہو خانہ پر اس کا اور زیادہ رعب بیٹھ جاتا۔

امیر برہان کو اعتماد خان کی زبانی یہ پیغام ملا کہ بادشاہ آہو خانے کا معائنہ کرنے آ رہا ہے۔ امیر برہان نے آہو خانے کی تزئین و آرائش میں شب و روز ایک کر دیے اور اپنے ساتھ ہی آہو خانے کی عورتوں اور لڑکیوں کو بھی تنگ کر دیا۔ اس نے منتظم عورتوں کو ہلکان کر ڈالا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوتے اس نے سلیمہ کو طلب کیا اور سختی سے کہا۔" سلیمہ! تیری کارکردگی اچھی نہیں ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو معتوب نہ قرار

دے دی جائے۔"

سلیمہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا "اگر مجھ پر عتاب نازل ہوا تو وہ کس طرح اور کیا عتاب ہوگا؟"

امیر برہان نے جواب دیا "بادشاہ تجھ کو کسی معمولی اور ذلیل کام پر لگا دے گا۔ مثلاً وہ آہو خانے کے بیت الخلا تیرے سپرد کر دے گا اور شب و روز بدبو دار ماحول میں پھنس کر تیرا دماغ اُڑ جائے گا۔"

سلیمہ اُڑ گئی۔ روہانسی ہو گئی، بولی "امیر برہان! میں نے محنت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کیا آپ میرے کام سے مطمئن نہیں ہیں؟"

امیر برہان نے لاپروائی سے جواب دیا "سلیمہ! تو میری بات سمجھنے کی کوشش کر۔ بادشاہ جو کچھ کرے گا میری رائے اور مرضی سے کرے گا اور میں سچ بولنے پر مجبور ہوں، کیونکہ میں تیرے کام سے مطمئن نہیں ہوں۔"

سلیمہ نے پوچھا "میں آپ کو کس طرح مطمئن کر سکتی ہوں؟"

برہان نے جواب دیا "سلیمہ! تو بہت نادان ہے۔ اس وقت میں تجھ سے زیادہ باتیں نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے تھوڑا تھوڑا وقت سبھی کو دینا ہے۔ رات کو میں عشا کے بعد ذرا دیر کے لئے کمر ٹیکتا ہوں۔ اس کے بعد نصف شب سے تہجد پڑھنے لگتا ہوں۔ عشاء کے بعد صبح تک تو کسی وقت بھی میرے پاس آسکتی ہے۔"

سلیمہ گھبرا گئی "رات کو! یعنی میں رات کو آجاؤں آپ کے پاس؟"

برہان نے ہنس کر پوچھا "ہاں، ہاں رات کو۔ رات کو آنے میں کیا تامل ہے تجھے؟"

سلیمہ نے سہمی آواز میں کہا "لوگ کیا کہیں گے؟ دیکھنے والے کیا سوچیں گے؟"

برہان نے جواب دیا "تو لوگوں کی نظروں سے بچ کر میرے پاس آئے گی اور لوگوں کی نظروں سے کس طرح بچے گی، میں نہیں جانتا، یہ سوچنا تیرا کام ہے۔ ہاں ایک بات کا تو اطمینان رکھ سلیمہ! تو نے ایک بات تو خود بھی محسوس کر لی ہوگی کہ بادشاہ اور آہو خانے کی خواتین، مجھ پر غیر معمولی اعتبار کرتے ہیں۔ میں نے تقوے اور ریاضت سے نفس کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ میں ہر شے میں پرتو الٰہی دیکھ لیتا ہوں، لوگ مجھ پر آنکھ بند کر کے اعتبار کرتے ہیں، تجھے بھی اعتبار کرنا چاہیئے اور یہ بھی سن لے کہ جو لوگ مجھ پر اعتبار نہیں کرتے۔ ان پر میں بھی اعتبار نہیں کرتا۔"

سلیمہ نے سہمی آواز میں کہا "میں آجاؤں گی لیکن آپ جو بھی نصیحتیں یا ہدایتیں دیں ان میں زیادہ وقت نہ ضائع ہو اور بادشاہ کو میری طرف سے اتنا مطمئن کر دیں کہ میں کسی ذلیل کام پر نہ لگائی جاؤں۔"

برہان نے کہا "ابھی تو نا تجربہ کار ہے اس لیے جب تک تو تربیت نہ پا جائے آہو خانے کی کوئی اچھی اور معتبر جگہ تجھے نہیں دی جا سکتی۔ اور میں تیری سفارش اسی وقت کر سکتا ہوں جبکہ میں خود مطمئن ہو جاؤں۔"

سلیمہ نے جواب دیا "امیر برہان! میں آپ کے مشورے پر چلوں گی تاکہ مجھے ذلیل و خوار نہ ہونا پڑے۔"

مغرب کے بعد اعتماد خان آگیا۔ وہ برہان کو یہ بتانے آیا تھا کہ بادشاہ کل کسی وقت بھی آسکتا ہے۔

امیر برہان نے جواب دیا "اعتماد خان! تو کل کی بات کر رہا ہے میں ہر وقت تیار ہوں تو اسی وقت بادشاہ کو لا سکتا ہے!"

اعتماد خان نے کہا "امیر برہان! میں وقت نکال کر تم سے ملنے اس لیے آیا ہوں کہ تم میرا ایک کام کر دو۔"

امیر برہان نے مسکرا کر جواب دیا "میں اور تیرا کام کر دوں! کہیں تو مذاق تو نہیں کر رہا؟"

اعتماد خان نے کہا "امیر برہان میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔"

اعتماد خان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ امیر برہان نے اس کے پاس جاتے ہوئے کہا "ارے تو رونے کیوں لگا؟ کیا ہوا کیا؟ کچھ مجھے بھی تو بتا۔"

اعتماد خان کی آواز بھی بھر آگئی۔ کہا "امیر برہان! تم میری ان خدمات سے تو واقف ہو جو میں نے بادشاہ کے لیے انجام دی ہیں، یہاں تک کہ جب بادشاہ نے میری مرضی کے خلاف حرم سرا کا انتظام میرے سپرد کیا تو میں نے اپنے اعتماد کو برقرار اور بحال رکھنے کے لیے کافور کھا کر اپنی رجولیت کو ہمیشہ کے لئے ضائع کر دیا۔ سب کچھ کھو کر میں نے حاصل کیا کیا؟ شکوک، جھڑکیاں، مغلظات، بادشاہ معلوم نہیں کیوں مجھ سے سخت ناراض ہے۔ ہو سکتا ہے کسی نے بادشاہ کو میرے خلاف ورغلایا ہو۔"

امیر برہان نے افسوس کیا "اعتماد خان! اگر بادشاہ تجھ سے ناراض ہے تو بڑی زیادتی کی بات ہے۔ بہر حال میں بادشاہ کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

امیر برہان کو اعتماد خان پر رحم آرہا تھا اس نے اسے بڑی تسلیاں دیں اور وعدہ کیا کہ وہ کسی موقع پر بادشاہ سے اعتماد خان کی سفارش ضرور کرے گا۔

* * *

عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو سلیمہ کے انتظار نے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ سلیمہ کے تیکھے نقوش اور چہرے کا بھولپن، امیر برہان کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہو گئے تھے اور اب وہ صحیح معنی میں یہ کہہ سکتا تھا کہ سلیمہ نے اس پر سحر کر دیا ہے۔

وہ بستر پر لیٹا معلوم نہیں کیا کیا سوچ رہا تھا کہ بے چینی نے اٹھا کر کھڑا کر دیا اور اس نے صحن میں کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھا، ستاروں کے محل وقوع سے اس نے اندازہ لگایا کہ رات نصف سے زیادہ گزر چکی ہے۔ صحن سے باہری دروازے پر گیا اور جھانک کر سلیمہ کو دیکھنے کی کوشش کی۔ اس نے ایک سائے کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ برہان کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ دروازے کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا۔

کچھ دیر بعد کسی نے دروازے پر دستک دی اور آہستہ سے دروازے کو دھکا دیا، دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ اور زیادہ کھل گیا۔ کوئی اندر داخل ہوا اور دروازے کی آڑ سے اس نے آنے والے کو غور سے دیکھا اور پہچان لیا کہ یہ سلیمہ ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سلیمہ کی آنکھیں ڈھانپ لیں۔ سلیمہ گھبرا گئی اور اس نے مڑ کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن برہان کی مضبوط گرفت نے اس کو دیکھنے نہیں دیا۔

سلیمہ نے دہشت زدہ آواز میں کہا۔ "مجھے چھوڑ دو، کون ہو تم؟"

برہان نے ہنس کر چھوڑ دیا اور ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ "شہزادی! میں نے بے جا جسارت کی، معافی چاہتا ہوں۔ مجھے معاف کر دے آئندہ را احتیاط۔"

سلیمہ جھینپ گئی۔ امیر برہان کی عاجزی نے اس کو سراپا حیرت بنا دیا۔

برہان نے دروازہ بند کر دیا اور سلیمہ کو لئے ہوئے اندرونی حصے میں چلا گیا لیکن سلیمہ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ اس کے پاؤں نہیں اٹھ رہے تھے۔ برہان نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور اندر کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ "سلیمہ! یہاں کہاں کھڑی ہو گئی، اندر چل، وہاں باتیں ہوں گی۔"

سلیمہ نے گھبرائے لہجے میں کہا۔ "لیکن آپ نے تو یہ یقین دلایا تھا کہ آپ ایک متقی انسان ہیں مجھ کو ڈرنا نہیں چاہیئے۔"

برہان نے جواب دیا۔ "اور میں اب بھی وہی یقین دلا رہا ہوں، تجھے ڈرنا نہیں چاہیئے۔"

سلیمہ نے گھبرا کر پوچھا۔ "آپ نے مجھ کو کیوں بلایا تھا؟"

برہان نے جواب دیا۔ "لڑکی دم تو لے ذرا۔ ابھی بتاتا ہوں کہ میں نے تجھ کو کیوں بلایا تھا۔"

سلیمہ اور زیادہ خوفزدہ ہو گئی، اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ "امیر برہان مجھ پر رحم کیجئے۔"

برہان اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ بولا۔ "سلیمہ! تو پریشان کیوں ہو رہی ہے؟ میں تیرا بھلا چاہتا ہوں۔ کیا تو نے یہ نہیں سنا کہ میں نے تجھ کو شہزادی کہہ کر مخاطب کیا تھا! میں تجھ کو شہزادی ہی دیکھنا چاہتا ہوں تو ہے بھی شہزادی۔"

سلیمہ نے کہا۔ "آپ نے مجھے جن مشوروں کے لئے بلایا تھا۔ جلد از جلد دے کر رخصت کر دیجئے۔"

برہان نے اجازت طلب کی۔ "کیا میں تیرے پاس بیٹھ سکتا ہوں؟"

سلیمہ کھڑی ہو گئی۔ بولی۔ "بیٹھ جائیے!"

برہان نے کہا۔ "یوں نہیں سلیمہ! اس طرح۔"

اور سلیمہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی مسہری کی طرف لے گیا اور اس پر زبردستی بٹھا کر اس کے پاس ہی خود بھی بیٹھ گیا۔

سلیمہ نے مختصر بات کی۔ "آپ نے مجھے جن باتوں کے لیے بلایا تھا جلدی جلدی کر ڈالیے، مجھ کو ڈر لگ رہا ہے۔"

برہان نے کہا۔ "اگر ڈر لگ رہا ہے تو سن میری باتیں۔ سلیمہ! میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نے تیرے سراپا میں پرتو الٰہی دیکھا ہے۔ میں اپنے یار کا جلوہ جہاں بھی دیکھتا ہوں بے چین ہو جاتا ہوں۔"

اس نے سلیمہ کی نرم و سیاہ زلفوں کی ایک لٹ انگلیوں میں لے لی اور ان کی خوشبو سونگھنے لگا۔ سلیمہ نے لٹ کو چھڑانا چاہا لیکن ناکام رہی۔ برہان نے کہا۔ "اب اتنا ظلم نہ کر لڑکی۔ سلیمہ! میں حیران ہوں کہ تیرے حسن کا بادشاہ پرستار کیوں نہیں ہوا۔ حالانکہ میں خود دیوانہ ہو رہا ہوں، اگر میں دیندار نہ ہوتا تو تیری پرستش کرنے لگتا۔"

سلیمہ نے اٹھنے کی کوشش کی۔ "اب میں واپس جاؤں گی۔"

برہان نے پھر تسلی دی۔ "لڑکی حماقت کی باتیں مت کر۔ میں تجھ کو آہو خانے کا نگراں بنوا دوں گا۔ بادشاہ میرے اختیار میں ہے۔ میں اس سے جو چاہوں گا کرا لوں گا۔"

سلیمہ نے بدستور بیزاری سے کہا۔ "میں تیری سفارش سے کچھ بھی بننا ناپسند کروں گی۔ اب مجھ کو چلا جانے دے۔"

برہان نے بالوں کی لٹ کو بوسہ دیا۔ "اب غصہ تھوک دے لڑکی اور مجھ سے تعاون کر۔"

سلیمہ نے رو کر کہا۔ "امیر برہان! اس وقت میں آپ کے قبضے میں ہوں، آپ جو چاہیں کریں۔ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔"

برہان نے سلیمہ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ "اگر تو معاملے کو مجھ پر چھوڑ رہی ہے تو اب خاموش ہو جا اور صبر کر لے۔"

سلیمہ واقعی خاموش ہو گئی۔

اسی وقت کسی نے زور زور سے دروازہ پیٹا اور کئی آوازیں سنائی دیں۔

"امیر برہان دروازے کھول دو۔"

برہان کی جان نکل چکی تھی لیکن اس نے پھر بھی حواس کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی۔ سلیمہ سسکیاں لینے لگی۔

اچانک اعتماد خان کی آواز سنائی دی۔ "امیر برہان! دروازے کھول دے۔ ورنہ توڑ دیئے جائیں گے۔"

برہان نے سلیمہ سے کہا۔ "سلیمہ تو چوکی پر بیٹھ جا۔ میں دروازے کھولنے جا رہا ہوں۔ میری عزت و آبرو تیرے ہاتھ میں ہے۔ اگر تو چاہے گی تو یہ کہہ دے گی کہ میں نے تجھے بلایا نہیں تھا بلکہ کچھ پوچھنے کے لیے خود ہی چلی آئی تھی۔"

سلیمہ نے جواب دیا۔ "میں جھوٹ نہیں بولوں گی امیر برہان۔ تو نے جس نیت اور جس ارادے سے مجھے یہاں بلایا تھا۔ میں اس کا بھانڈا پھوڑ دوں گی۔"

امیر برہان نے کہا۔ "تیری مرضی۔ میں نے آج تک کسی کی خوشامد تو کی نہیں۔"

امیر برہان نے دروازہ کھول دیا۔ دروازے کا کھلنا تھا کہ بادشاہ اور اس کے پندرہ امراء اور مصاحبین آگے پیچھے اندر داخل ہو گئے۔ اعتماد خان بادشاہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ بادشاہ کا مارے غصے کے بہت بُرا حال تھا۔

بادشاہ نے سلیمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے برہان سے پوچھا۔ "اس لڑکی کو یہاں کون لایا اور اتنی رات گئے؟"

برہان نے جی سخت کر کے کہہ دیا۔ "اس لڑکی کو میں نے طلب کیا تھا۔ کیونکہ میں حضور کی تشریف آوری سے پہلے آہو خانے کو رشکِ ارم بنا دینا چاہتا تھا۔"

بادشاہ نے سلیمہ سے پوچھا۔ "کیا یہ شخص تیرا ساتھی ہے؟ اور جو کچھ یہ کہہ رہا ہے درست ہے؟"

سلیمہ رونے لگی، وہ سسکیاں لے کر روئی۔

بادشاہ اس کے قریب چلا گیا اور لڑکی سے کہا۔ "لڑکی! مت ڈرو، بلکہ میں جو کچھ پوچھ رہا ہوں تو اس کا جواب دے دے، تجھ کو کچھ بھی نہیں کہا جائے گا۔"

سلیمہ روتے چلی جا رہی تھی اور امیر برہان چور کی طرح سر جھکائے کھڑا تھا۔

بادشاہ نے حکم دیا۔ "برہان کو باندھ دیا جائے اور لڑکی کو حراست میں لے لیا جائے!"

برہان کی مشکیں کس دی گئیں۔ اعتماد خان آگے آگے تھا اور برہان نے یہ محسوس کیا گویا اعتماد خان بادشاہ کا سب سے زیادہ معتمد آدمی ہے۔ برہان کو یقین ہو گیا کہ اعتماد خان نے اس سے جو گفتگو کی تھی، وہ محض فریب تھی اور اس کو دھوکے میں رکھنے کے لیے کی گئی تھی۔ برہان نے اعتماد خان سے کہا۔ "اعتماد خان! تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے اللہ نے چاہا تو تجھے بھی دھوکا دیا جائے گا۔"

اعتماد خان نے بادشاہ سے کہا۔ "بندۂ پرور! برہان الدین کا دعویٰ ہے کہ اس نے موکلوں کو قبضے میں کر رکھا ہے!"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "کوئی بدکار اور فاسق موکلوں کو قبضے میں کس طرح رکھ سکتا ہے۔"

بادشاہ برہان کو لے کر چلا گیا۔

حرم سرا اور آہو خانے میں تہلکہ مچ گیا کہ امیر برہان گرفتار ہو گیا۔ برہان نے اپنے پہرہ داروں میں سے کسی کے ذریعے چاندنی اور عریشہ کو دو پیغام بھیجے۔ چاندنی سے کہلوایا۔ "میں نے تجھ پر چند احسان کر رکھے ہیں۔ اب مجھ پر وقت آ گیا ہے اس لیے میرے لیے کچھ کر اور احسان کا بدلہ احسان سے اتار۔"

عریشہ سے کہلوایا۔ "میری نجات میں بہتوں کی نجات مضمر ہے۔ اگر میں رہا نہ ہوا تو کتنی اور بھی رسوا ہو جائیں گے اس لیے میری رہائی ضروری ہے۔ اگر میری مدد نہ کی گئی تو میں کئی پردہ نشینوں کے راز فاش کر دوں گا۔"

برہان کے پیغام تو دونوں جگہ پہنچ گئے۔ لیکن جواب کسی نے بھی نہیں دیا۔

بادشاہ کے سامنے اس کا مقدمہ پیش ہوا، سلیمہ نے سب کچھ صاف صاف بتا دیا۔ برہان نے کہا۔ "سلیمہ! میں نے تیرا بھلا چاہا تھا، اور تو نے اس کا کچھ اور ہی مطلب لیا۔"

سلیمہ نے جواب دیا۔ "امیر برہان! تو نے میرے ساتھ دھوکا کیا۔"

بادشاہ نے کہا۔ "لڑکی! اب تو اس کے نام کے ساتھ امیر نہ لگا کیونکہ اب یہ امیر برہان کے بجائے اسیر برہان ہے۔"

برہان نے اعتماد خان کی طرف رحم طلب نظروں سے دیکھا لیکن اعتماد خان نے منہ پھیر لیا۔ بادشاہ کو غصہ آیا کہ برہان وسیلے اور سفارش سے کام چلانا چاہتا ہے خود بادشاہ سے رحم کی درخواست نہیں کرتا۔

بادشاہ نے برہان سے پوچھا۔ "تو اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتا ہے؟"

برہان نے جواب دیا۔ "میں نے حضورِ والا کا نمک کھایا ہے خدمت کی ہے اور ایک بڑے منصب کا حامل رہا ہوں، ان خصوصیات کے بعد اگر حضور ایک اجنبی اور معمولی لڑکی کی شہادت، بے جا اور بیان کاذب کی بنیاد پر سزا دینا چاہتے ہیں تو میں حاضر ہوں۔"

بادشاہ نے کہا۔ "لڑکی تیرے پاس تھی اور نصف رات کے بعد تیری قیام گاہ پر چھاپہ مار کر لڑکی کو برآمد کیا گیا۔ لڑکی کی شہادت کے علاوہ حالات اور واقعات بھی تیرے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ ان کی تردید تو کس طرح کرے گا؟"

برہان خاموش ہو گیا گویا وہ لاجواب ہو چکا تھا۔

بادشاہ نے فیصلہ سنایا۔ "چونکہ برہان نے پارسائی اور دیانتداری کے پردے میں نہایت مکروہ حرکت کی ہے اور اپنے خدا اور بادشاہ کو بیک وقت دھوکا دیا ہے۔ اس لیے یہ بھیانک اور عبرتناک سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ میں نے برہان کو دیوار میں چنوا دینے کی سزا تجویز کی ہے۔ برہان کو اس طرح چنوایا جاتے کہ اس کے چہرے کے علاوہ پورا جسم دیوار میں چھپ جاتے۔ چہرہ اس لیے کھلا رکھا جاتے کہ یہ لوگوں کو آزادانہ خوش خرم چلتا پھرتا دیکھے اور اپنی بددیانتی خیانت اور بدکاری پر افسوس کرے اور اسی طرح سسک سسک کر مر جائے۔"

حاضرین پر سناٹا طاری ہو گیا اور برہان صدمے سے بے ہوش ہو گیا۔

✻ ✻ ✻

برہان کو شاہی محل کے باہر دیوار میں اس طرح چن دیا گیا کہ اس کا پورا جسم دیوار کے اندر غائب ہو گیا اور صرف چہرہ نظر آتا رہا۔ بادشاہ نے امراء اور مصاحبین کو حکم دیا کہ وہ برہان کے سامنے سے گزریں چنانچہ امراء اور مصاحبین کی قطاریں برہان کے سامنے سے گزرنے لگیں۔ برہان نے مارے شرم کے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا لیکن سخت جانی نے اس کو زندہ رکھا۔

حرم سرا اور آہو خانے میں سناٹا طاری تھا۔ چاندنی کو بھی صدمہ پہنچا اور عریشہ

بھی بہت پریشان ہوئی۔ ان دونوں نے سلیمہ کو لعنت ملامت کی کہ اس کو امیر برہان کے خلاف بیان نہیں دینا چاہیئے تھا۔ خود سلیمہ کو بھی بہت ملال تھا لیکن اب تو جو ہو چکا تھا، کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح تھا جو واپس نہیں لیا جا سکتا تھا۔

بادشاہ نے برہان کو مزید ذلیل کرنے کے لیے حرم سرا کی خواتین اور آہو خانے کی مستورات اور لڑکیوں کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ ایک قطار میں برہان کے سامنے سے گزریں یہ رات کو شاہی محل کے اس حصے کو بقعۂ نور بنا دیا گیا، جہاں برہان دیوار میں چنا گیا تھا۔ برہان کو دیوار میں چننے کی سزا کے بعد یہ دوسری سزا زیادہ اذیت پہنچا رہی تھی اس نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔

چاندنی بالکل قریب پہنچ گئی اور آہستہ سے کہا۔ "افسوس کہ میں تیری کوئی مدد نہ کر سکی لیکن اب افسوس کر رہی ہوں اور وعدہ کرتی ہوں کہ تیرے لیے جو کچھ بھی کر سکتی ہوں ضرور کروں گی۔"

لیکن برہان تو بول بھی نہ سکتا تھا۔ اب اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں نم ہو گئیں اور پلکیں جھک گئیں۔

کچھ دیر بعد عریشہ بھی اس کے پاس سے گزری اور نہایت غمزدہ آواز میں کہا۔ "امیر برہان! میں تجھے اس حال میں دیکھ کر ——— بڑا دکھ محسوس کر رہی ہوں۔ خدا تجھے زندہ رکھے میں تیرے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کروں گی۔"

سلیمہ بھی سامنے سے گزاری گئی۔ اس نے ایسا دردناک منظر پہلے کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ کچھ کہے بغیر بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئی۔

بادشاہ اپنے محل میں بیٹھا برہان کی سزا سے لطف اندوز ہو رہا تھا، اس نے سامنے موجود امراء سے کہا۔ "میرا ذاتی خیال ہے کہ جب ملازمین بددیانتی، خیانت اور بدکاری کے مرتکب ہوں تو انہیں اس قسم کی عبرت ناک سزا دینا چاہیئے اور سزا کے بعد دوسرے امراء اور مصاحبین کی عبرت کے لیے اس کی نمائش ضرور کرنا چاہیئے کیونکہ اس طرح دوسروں کو صحیح اور صاحب کردار رکھا جا سکتا ہے۔"

اعتماد خان نے ذرا اختلاف کیا، بولا۔ "حضورِ والا! اگر میری خدمات کو اس لائق سمجھا جاتا ہے کہ میں ان کے بل بوتے پر ناگوار سچ بولوں اور حضور اس سچ کو گوارا فرما لیں تو کچھ عرض کروں۔"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "اعتماد خان! میں تیری نیت پر شبہ نہیں کر سکتا اس لیے تجھے اجازت ہے کہ جو کہنا چاہتا ہے صاف صاف کہہ دے۔"

اعتماد خان نے عرض کیا۔ "حضور نے برہان الدین کو جو سزا دی ہے اس سے جہاں بددیانتوں، بدکاروں اور خیانت کرنے والوں کو عبرت ہوگی وہیں ایماندار اور مخلص غلاموں کے دل ٹوٹ جائیں گے کہ مدتوں خدمت کرنے کے بعد کسی لغزش پر حضور، خدمات کو نظر انداز کر کے اتنی روح فرسا سزا دے دیں گے اور جب مخلص اور ایماندار غلاموں کے دل یوں ٹوٹ جائیں گے تو وہ کسی اور دربار کے لیے سوچنا شروع کر دیں گے۔"

بادشاہ دم بخود سناٹے میں آ گیا۔ وہ کچھ دیر اعتماد خان کو دیکھتا رہا۔ اس کے بعد کہا۔ "اعتماد خان! بول تو کیا چاہتا ہے؟"

اعتماد خان نے کہا۔ "سزا اور سرزنش میں اعتدال۔"

بادشاہ نے کہا۔ "وعدہ، آئندہ اس کا خیال رکھا جائے گا۔"

بادشاہ حرم سرا میں گیا تو وہاں چاندنی، دلربا اور عرلیشہ اس کی منتظر ملیں۔ بادشاہ یوں ہی بہت پریشان تھا۔ ان تینوں کو یک جا دیکھ کر سمجھ گیا کہ انہیں بھی کوئی خاص بات کرنا ہوگی۔ چاندنی سے پوچھا۔ "کیا بات ہے یہ اجتماعِ ثلاثہ کیسا؟"

چاندنی نے عرض کیا۔ "حضور کا مزاج تو اچھا ہے، بندی دو دن سے مبارک پر کبیدگی اور افسردگی محسوس کر رہی ہے۔"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "چاندنی! تیرا خیال درست ہے۔ آج میں بہت پریشان ہوں!"

چاندنی نے گزارش کی۔ "اگر پریشانی کا سبب معلوم ہو جائے تو ممکن ہے اس کی تلافی ہو جائے۔"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "میں نے برہان الدین کو دیوار میں چنوا دیا۔ میرا خیال تھا لوگ اس سے عبرت پکڑیں گے لیکن اس کا الٹا اثر ہوا اور میرے مخلص اور دیانت دار امراء مجھ سے برگشتہ و دل برداشتہ ہو گئے ہیں اور مجھے خود بھی برہان الدین سے ہمدردی پیدا ہو گئی ہے۔"

چاندنی نے عرض کیا۔ "ہم تینوں نے ابھی ابھی یہ فیصلہ کیا تھا کہ برہان الدین کے لیے آپ سے رحم کی درخواست کریں گے، کیونکہ برہان الدین کو اس کے جرم سے زیادہ سزا دی گئی ہے!"

بادشاہ نے چونک کر پوچھا۔ "خیر یہ بات تو میں ماننے سے رہا۔ برہان الدین خائن تھا، اس نے بددیانتی اور بدکاری کی، کیا یہ معمولی جرم ہیں؟ اور انہیں کون معمولی

کہہ سکتا ہے!"

دلربا نے کہا۔ "قبلۂ بندگان! بندی ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکی کہ اس نے کون سی بددیانتی اور بدکاری کی ہے اور ابھی تک اس کی خیانت بھی ثابت نہیں ہو سکی ہے۔ اس لحاظ سے برہان الدین کو ایک ایسے جرم کی سزا دی گئی ہے جو سرے سے اس نے کیا ہی نہیں!"

بادشاہ نے حیرت سے پوچھا۔ "دلربا! یہ تو کیا کہہ رہی ہے؟"

اب عرلیشہ بھی بول اٹھی۔ "جہاں پناہ! دلربا صحیح کہہ رہی ہے!"

بادشاہ نے جھنجھلا کر کہا۔ "تم لوگ یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

چاندنی نے جواب دیا۔ "سلیمہ نے برہان الدین پر یہی الزام تو لگایا تھا کہ اس نے رات کی تنہائی میں سلیمہ کو بلایا تھا، برہان الدین نے سلیمہ کے ساتھ کچھ کیا تو نہیں۔ اگر کچھ کرنا ثابت ہو جاتا تو برہان الدین اس سے زیادہ عبرتناک سزا کا مستحق ہوتا۔"

بادشاہ کو یاد آ گیا کہ یہ عورتیں صحیح کہہ رہی ہیں۔ اس نے اسی وقت سلیمہ کو طلب کر لیا۔ سلیمہ آہو خانے جا چکی تھی۔

بادشاہ نے کہا۔ "میں نے واقعی زیادتی کی ہے۔ میں نے برہان الدین پر ظلم کر دیا۔ خدا مجھے معاف کرے۔ اب میں کیا کر سکتا ہوں۔"

چاندنی نے جواب دیا۔ "حضور اس کو دیوار سے نکلوا سکتے ہیں!"

بادشاہ نے مایوسی سے کہا۔ "وہ بچے گا پھر بھی نہیں!"

عرلیشہ نے عرض کیا۔ "وہ زندہ رہے یا مر جائے۔ یہ برہان الدین کی قسمت پر موقوف ہے۔ حضور اس کو فوراً ہی نکلوا لیں۔ انصاف کی نظر میں یہی کافی ہے۔"

بادشاہ نے کہا۔ "میں اس وقت تک کچھ نہیں کروں گا جب تک مجھے سلیمہ سے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ برہان الدین نے سلیمہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اگر برہان الدین مرتکب نکلا تو اس کی موجودہ سزا برقرار رہے گی۔"

چاندنی نے عرض کیا۔ "اس صورت میں ہم تینوں حضور سے رحم کی درخواست نہیں کریں گے!"

کافی دیر بعد سلیمہ کو بادشاہ کے روبرو پیش کر دیا گیا۔ بادشاہ نے گھما پھرا کر بار بار یہ کہلوانے کی کوشش کی کہ برہان الدین نے سلیمہ سے عملاً زیادتی کی ہے اور وہ سب کر گزرا ہے جو کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ کر سکتا ہے لیکن سلیمہ نے بار بار یہی کہا کہ میں برہان الدین کو کسی ایسے جرم کا مرتکب نہیں قرار دوں گی جو اس نے

کیا ہی نہیں۔

بادشاہ نے بے بسی سے کہا۔ "آہ تم سب نے مجھ کو کتنا مجبور اور بے بس کر دیا ہے!"

وہ پیشانی کو دونوں ہتھیلیوں پر ٹکا کر بیٹھ گیا اور معلوم نہیں کیا کیا سوچتا رہا پھر بولا۔ "مجھے افسوس تو اس بات کا ہے کہ برہان الدین نے دوسروں کو وسیلہ بنا کر معافی چاہی مگر براہِ راست مجھ سے رحم کی درخواست نہیں کی اگر وہ مجھ سے ایک بار بھی معافی چاہ لیتا تو میں اس کو معاف کر دیتا لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔ اب تو وہ بچ بھی نہیں سکتا۔ اگر زندہ بھی ہے تو کچھ دیر بعد مر جائے گا۔"

چاندنی نے گزارش کی۔ "حضور والا! اس کو دیوار کے زنداں سے نکال لیجئے اس کے بعد اگر وہ مر جائے تو مر جانے دیجئے۔"

عریشہ نے سوگواری سے کہا۔ "حضور کو جلدی کرنا چاہیئے۔ اس میں تامل اور تاخیر نہیں اختیار کرنا چاہیئے۔"

بادشاہ نے کہا۔ "اچھا اب میں برہان الدین کو دیکھنے جا رہا ہوں، دیکھتا ہوں اس کا کیا حال ہے اور وہ کہتا کیا ہے؟"

چاندنی، دلربا، عریشہ اور سلیمہ کے چہروں پر شگفتگی دوڑ گئی۔

بادشاہ حرم سرا سے نکلا اور محل کے بیرونی حصے میں چلا گیا اس نے دور ہی سے برہان الدین کا دیوار میں نمایاں چہرہ دیکھا اور دل میں کانپ گیا۔ چہرے سے کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ برہان الدین زندہ ہے یا مر گیا۔ وہ ڈرتے ڈرتے چہرے کے قریب پہنچ گیا۔ بادشاہ نے برہان الدین کی پتلیوں کو حرکت کرتے دیکھا۔ جب وہ بالکل قریب پہنچ گیا تو بادشاہ کو یوں محسوس ہوا گویا برہان الدین اس کو سلام کر رہا ہے۔ بادشاہ کانپ گیا کہ برہان الدین اس حال میں بھی اس کا احترام کر رہا تھا۔

بادشاہ نے بڑے افسوس سے کہا۔ "برہان الدین! میں اپنے کئے پر نادم ہوں میں نے تجھ پر بے حد ظلم کیا، خدا تجھ کو زندہ و سلامت رکھے، اب تو زیادہ دیر تک اس دیوار میں نہیں رہے گا۔"

بادشاہ نے اسی وقت خدام کو حکم دیا کہ برہان الدین کو نہایت احتیاط سے باہر نکال لیا جائے۔

خدام نے نہایت احتیاط سے اینٹوں کو ہٹانا شروع کر دیا اور آناً فاناً برہان الدین کو دیوار سے نکال لیا۔ وہ اتنا بے حال ہو چکا تھا کہ اینٹیں جیسے ہی ہٹیں، وہ غش کھا

کر گر گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ "اس کو ہوش میں لایا جائے۔"

خدمت گاروں نے اس کو ہوش میں لانے کی کوشش کی اور بادشاہ کو یہ افسوسناک اطلاع دی کہ برہان الدین کا جسم گل سڑ رہا ہے۔ بادشاہ نے برہان الدین کو شاہی محل کے ایک کمرے میں لے جا کر اطباء کو متعین کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ برہان الدین کو بہر قیمت صحت یاب کرنا ہے۔

اطباء نے اپنا کام شروع کر دیا۔

جب امراء کو برہان الدین کی رہائی کی خبر ملی تو وہ خوش ہوئے لیکن اعتماد خان ملول ہو گیا۔ اس ملال اور افسردگی کو بادشاہ نے بُری طرح محسوس کیا اور پوچھا۔ "اعتماد خان کیا تم برہان الدین کی رہائی سے خوش نہیں ہو؟"

اعتماد خان نے جواب دیا۔ "حضور والا! میں ذرا بھی خوش نہیں، برہان الدین کی رہائی نے مجھ کو فکر مند اور خوفزدہ کر دیا ہے۔"

بادشاہ نے حیرت سے کہا۔ "اعتماد خان! تم نے بھی تو برہان الدین کی سزا کو پسند نہیں کیا تھا اور اعتدال کی سفارش کی تھی۔"

اعتماد خان نے جواب دیا۔ "بیشک سزا اور سرزنش میں، میں نے میانہ روی کی سفارش کی تھی۔ لیکن اس سے یہ کہیں بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ میں نے برہان الدین کی رہائی کی سفارش کی تھی۔"

بادشاہ نے کہا۔ "برہان الدین کا جسم گل سڑ چکا ہے اور شاہی معالج بڑی تندہی سے اس کا علاج کر رہے ہیں۔"

اعتماد خان نے جواب دیا۔ "بادشاہ سلامت! انسان کو انسان کی فطرت ضرور معلوم ہونا چاہیئے۔ انسان بڑا منتقم مزاج ہوتا ہے۔ حضور نے برہان الدین کو جتنی عبرتناک سزا دی تھی، اب اگر وہ رہا ہو گیا اور یہیں کہیں زندہ موجود رہے گا تو اس سے حضور کو ہمیشہ ہوشیار رہنا پڑے گا۔ حضور والا بزرگوں کے اس قول سے تو واقف ہی ہوں گے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ دوست زیادہ سے زیادہ بناؤ اور دشمن کم سے کم۔ اسی طرح کہا گیا ہے کہ اپنے دشمن کو یا تو دوست بنا لو یا پھر اسے اپنی راہ سے بالکل ہی ہٹا دو کیونکہ ستایا ہوا انسان زخمی سانپ کی طرح ہوتا ہے، جو موقع پاتے ہی ڈس لیتا ہے۔ برہان الدین بھی ناقابلِ اعتبار ہے اور اس سے بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔"

بادشاہ کی سمجھ میں بات آ گئی، بولا۔ "بہرحال تیرا مشورہ سر آنکھوں پر۔ اب برہان الدین کو کوئی ایسا منصب نہیں دیا جائے گا جو اس کی بدنامی کا سبب بن جائے۔

اب وہ نہ تو حرم سرا میں داخل ہو سکے گا اور نہ ہی آہو خانے میں۔"

اعتماد خان نے مایوسی سے کہا۔"بہر حال حضور والا! یہ اچھا نہیں ہوا۔"

بادشاہ نے ناراضی سے کہا۔"بال کی کھال نہ نکال اور اندیشہ ہائے دور دراز سے خود کو محفوظ رکھ۔"

اعتماد خان پاسِ ادب سے خاموش ہو گیا ورنہ وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا۔

* * *

شاہی اطباء کی سر توڑ کوششوں نے برہان الدین کے تن مردہ میں جان ڈال دی اور وہ صحت یاب ہو گیا۔ بادشاہ اسے دیکھنے گیا اور صحت یابی کی مبارکباد دی۔ برہان الدین اتنا شکر گزار تھا کہ بادشاہ کو دیکھتے ہی اس کے قدموں میں گر گیا اور رونے لگا۔

کئی دن بعد بادشاہ نے برہان الدین کو دربار میں طلب کیا۔ امراء اور مصاحبین نے برہان الدین کو مبارکباد دی اور بادشاہ کی شان میں قصیدہ گوئی کی۔ لیکن اعتماد خان اب بھی اداس تھا۔

بادشاہ نے دربار میں اعلان کیا۔"اب چونکہ برہان الدین کو معافی دی جا چکی ہے اس لئے میں اسے متوسلین دربار میں دوبارہ شامل کر لینا چاہتا ہوں۔"

برہان الدین نے بادشاہ کو فرشی سلام کیا۔

بادشاہ نے مزید کہا۔"برہان الدین کی صحت یابی کے بعد اب میں اس کو بیس شیر کش سپاہیوں کا افسر اعلیٰ مقرر کرتا ہوں۔ آج سے یہ نہ تو حرم سرا کی طرف جائے گا اور نہ ہی آہو خانے کی طرف سے گزرے گا۔"

حاضرین نے خوشی کا اظہار کیا لیکن اعتماد خان خاموش رہا۔ آخر برہان الدین برداشت نہ کر سکا، اس نے کہا۔"بھائی اعتماد خان! تیرے دل میں میرے خلاف حسد و کینہ کیوں ہے آخر؟"

اعتماد خان نے جواب دیا۔"یہ تیری خام خیالی ہے ورنہ میں کسی کا بھی دشمن نہیں ہوں۔"

برہان الدین نے دھمکی دی۔"اعتماد خان! یہ یاد رکھنا کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں، سدا دن کسی کے بھی یکساں نہیں رہتے۔ میں بھی انسان ہوں اور کبھی بھی کسی کے نفع و نقصان کا ذمہ دار بن سکتا ہوں۔"

اعتماد خان نے جواب دیا۔"میں اپنے رب کے سوا کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔"

برہان الدین نے کہا۔"جس سے تو ڈرتا ہے وہی مجھے تیرے خلاف کوئی بھی حکم دے سکتا ہے اور یہ خدا ہی کی مہربانی تھی جو میں تم سب کے سامنے موجود باتیں کر رہا ہوں۔ ورنہ میں مر بھی جاتا تب بھی رہائی نصیب نہ ہوتی۔"

بادشاہ کی نوازشیں بحال ہو چکی تھیں۔ برہان الدین کے دل و دماغ سے بے عزتی کا خیال ابھی تک نہیں نکلا تھا۔ برہان الدین چاندنی، دلربا، عریشہ اور سلیمہ سے ملنا چاہتا تھا لیکن اب ملاقات بہت دشوار تھی۔ کیونکہ یہ سب جہاں جہاں تھیں، وہاں تک رسائی ناممکن تھی۔ پھر بھی اس نے عریشہ سے رابطہ قائم کیا اور ایک بڑی بی کے ذریعے عریشہ کو یہ پیغام بھیجا کہ مت گھبرانا، میں رہا ہو چکا ہوں اور اپنے مخالفین سے چن چن کر بدلے لوں گا۔

جواب میں عریشہ نے کہلایا۔"امیر برہان! ایسی باتیں نہ کر کیونکہ پچھلے دنوں تو ایک بدترین عذاب سے گزر چکا ہے۔"

بادشاہ شکار کھیلنے جا رہا تھا، امراء اور مصاحبین تیاریوں میں لگ گئے۔ برہان الدین بھی اپنے بیس شیر کشوں کے ساتھ شکار گاہ کے لئے تیار ہو گیا۔

شکار گاہ میں برہان الدین، دولت خان اور بیس شیر کش جوانوں نے غیر معمولی شجاعت دکھائی۔ بادشاہ ان سے بہت خوش ہوا۔ ابھی شکار جاری تھا کہ برہان الدین بادشاہ کو چھوڑ کر حرم کے خیمے کے در پر پہنچ گیا۔ اس نے رشوت دے کر عریشہ کو اپنی آمد سے مطلع کیا اور ملاقات کی خواہش کی۔ عریشہ نے ڈرتے ڈرتے خیمے کے در پر ملاقات کی اور یہ کہہ کر چلی گئی کہ برہان الدین! تو سچ مچ اپنی جان کا دشمن ہے۔

برہان الدین نے جواب دیا۔"عریشہ! تم لوگوں نے بادشاہ سے میری سفارش کر کے جان بخشی کرا دی تھی۔ اسی وقت میں اس کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔"

لیکن عریشہ جا چکی تھی۔ عریشہ کے بعد چاندنی آ گئی اور اس کو متنبہ کیا۔"امیر برہان! اپنی نہیں تو ہماری ہی عزت و آبرو کا خیال کر اور اسی وقت واپس جا۔"

برہان الدین نے جواب دیا۔"چاندنی! میں موت کے منہ سے نکل چکا ہوں، اس لئے موت کا ڈر نکل گیا اور جب میں موت ہی سے نہیں ڈرتا تو بادشاہ سے کیا ڈروں گا۔"

اس کے بعد چاندنی سے درخواست کی۔"چاندنی! اگر اس سفر میں سلیمہ بھی موجود ہے تو خدا کے لیے اس سے میری ملاقات کرا دے۔ کیونکہ میں نے جب سے تو الٰہی سلیمہ کو دیکھا ہے کہیں اور نہیں دیکھا۔"

چاندنی نے کہا۔ "سلیمہ موجود تو ہے لیکن تجھے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اب وہ بادشاہ کی منظورِ نظر ہے اور وہ تیرے سامنے نہیں آ سکتی۔"

برہان نے خوشامد کی۔ "اچھا، ایک نظر اس کا دیدار ہی کرا دے۔"

چاندنی نے جواب دیا۔ "ناممکن۔ بالکل ناممکن۔"

برہان نے کہا۔ "چاندنی! تو ابھی تک مجھے نہیں سمجھی۔ میں ایک جنونی انسان ہوں۔ میں سلیمہ کی خاطر حرم سرا میں گھس سکتا ہوں۔"

چاندنی نے جواب دیا۔ "اگر ایسی حماقت کرے گا تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔"

برہان نے کہا۔ "پرواہ نہیں۔"

لیکن اسی وقت اعتماد خان آ گیا۔ چاندنی چلی گئی، اعتماد خان نے پوچھا۔

"تو یہاں کیا کر رہا ہے؟"

برہان نے گھور کر اعتماد خان کی طرف دیکھا اور جواب دیئے بغیر واپس جانے لگا۔

اعتماد خان نے اس کا راستہ روک لیا۔ "برہان الدین! میں نے تجھ سے کچھ پوچھا تھا۔"

برہان نے جواب دیا۔ "میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔"

اعتماد خان نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ برہان کو حراست میں لے لیں اور برہان سے کہا۔ "تیرے پاس جواب ہو یا نہ ہو لیکن میرے پاس تیری حرکتوں کا جواب ہے۔ میں تجھے گرفتار کرتا ہوں۔"

برہان نے تلوار کھینچ لی۔ "اعتماد خان! تو مجھ سے حسد کرتا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ تو ہی وہ شخص ہے جس نے دھوکے سے مجھے گرفتار کرا دیا تھا۔ مگر آج میں مر جاؤں گا مگر گرفتار نہیں کیا جا سکوں گا۔"

اعتماد خان نے کہا۔ "برہان الدین! مزاحمت نہ کر، ورنہ تجھے پچھتانا پڑے گا۔"

برہان الدین نے جواب دیا۔ "میں بھی یہی کہتا ہوں کہ میرا راستہ نہ روک ورنہ پچھتائے گا۔"

اعتماد خان نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ برہان کو چلا جانے دیا جائے۔ وہ راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو گئے اور برہان نے اپنی راہ لی۔

اعتماد خان نے بادشاہ سے شکایت کر دی اور کہا۔ "جہاں پناہ! مجھے برہان الدین کے ارادے اچھے نہیں لگتے۔ وہ باغی ہو رہا ہے، آج اس نے میری عدم موجودگی میں حرم سرا کی خواتین سے ملاقات کی کوشش کی اور جب میں نے منع کیا تو وہ تلوار کھینچ کر میرے مقابلے پر آ گیا۔"

بادشاہ نے اسی وقت برہان الدین کو طلب کر لیا۔ وہ بادشاہ کے پاس اعتماد خان کو دیکھ کر سب کچھ سمجھ گیا، تیکھے انداز میں اعتماد خان سے کہا۔ "اعتماد خان! چغلی کھانے میں تو عورتوں کی طرح ہے کر دی شکایت؟"

بادشاہ نے گرج کر پوچھا۔ "او نمک حرام! مجھے یہ بتا کہ تو حرم کی خواتین سے کیوں ملنے گیا تھا؟"

برہان نے جواب دیا۔ "میں ان معزز خواتین کا شکریہ ادا کرنے گیا تھا جنہوں نے حضور سے میری سفارش کی تھی۔"

بادشاہ اور زیادہ گرم ہو گیا۔ "او ذلیل انسان! تو میری اجازت کے بغیر میری حرم سے ملنے کیوں گیا تھا؟"

برہان الدین نے ایک بار پھر اعتماد خان کو دیکھا اور کہا۔ "حضورِ والا! اگر میں نے کوئی غلطی کی ہے تو میں اس کی معافی چاہتا ہوں۔ لیکن اعتماد خان کو بھی سمجھا دیں کہ یہ اپنی اوقات میں رہے اور حد سے نہ بڑھے۔"

بادشاہ نے اور زیادہ درشت لہجے میں کہا۔ "برہان الدین! میں محسوس کر رہا ہوں کہ شامت تیرے سر پر منڈلا رہی ہے اور تو میرے ہاتھ سے سخت اور عبرتناک نقصان اٹھائے گا۔"

برہان منہ بنا کر چپ ہو گیا لیکن بادشاہ اس کو دیر تک گالیاں دیتا رہا۔

برہان کے واپس چلے جانے کے بعد اعتماد خان نے کہا۔ "بندہ پرور! سزا بھگتنے کے بعد برہان الدین میں سرکشی آ گئی ہے اور میں ایک بار پھر یہی کہوں گا کہ جب کسی کو کوئی سخت سزا دی جائے تو وہ اتنی سخت اور قطعی ہو کہ خطاکار کا کام تمام ہو جائے لیکن سخت اور ذلیل ترین سزا دے کر معاف کر دینا اور مجرم کو کوئی ذمے دار عہدہ دے دینا اس ناچیز کی رائے میں ایک خطرناک فعل ہے اور اس کے ردِ عمل سے ہر وقت چوکنا اور ہوشیار رہنا چاہیئے۔"

بادشاہ ہنس دیا۔ "اعتماد خان! میں جانتا ہوں کہ تو میرا بے حد وفادار مگر شکی امیر ہے۔ میں تجھے مشورہ دوں گا کہ کہیں نرمی اور میانہ روی سے بھی کام

لینا چاہیئے۔"

اعتماد خان نے عرض کیا "میانہ روی ہر جگہ اور ہر موقع کے لئے مناسب نہیں۔ کہیں کہیں اور کبھی کبھی اس سے بہت نقصان پہنچ جاتا ہے۔ معلوم نہیں کیوں برہان الدین پر مجھے اعتبار نہیں آرہا ہے۔ یہ ایک خطرناک انسان ہے۔"

بادشاہ نے جواب دیا "اگر برہان الدین خطرناک انسان ہے تو میں کل تک اس کے ڈنک توڑ دوں گا۔"

اعتماد خان نے عرض کیا "حضور کچھ بھی کریں مگر اس سے ہوشیار ضرور رہیں۔"

شکار کھیل کر بادشاہ احمد آباد واپس پہنچا۔ وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ محل میں داخل ہوتے ہی حمام میں چلا گیا۔ وہ دیر تک حمام میں رہا، باہر نکلا تو اس کے بڑے بڑے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اس وقت بادشاہ بہت خوش تھا۔ بادشاہ کے بڑے کمرے سے ملحق کمرے میں رقاصائیں اور گانے والیاں سازندوں کے ساتھ بادشاہ کا انتظار کر رہی تھیں۔ بادشاہ کے سامنے شراب اور آلاتِ شراب نہایت سلیقے سے سجا دیئے گئے تھے کیونکہ بادشاہ کا دستور تھا کہ جب وہ شکار سے واپس آتا تھا تو جی بھر کے مے نوشی کرتا تھا اور اس کے بعد محفل طرب کے مزے لیتا تھا۔ کمرے کے باہر دولت خان اور بیس شمشیر کش جوان نہایت مستعدی سے پہرے داری کر رہے تھے۔

بادشاہ نے اپنے جسم کو چادر میں چھپا رکھا تھا۔ بالوں سے پانی ابھی تک ٹپک رہا تھا۔ بادشاہ نے شراب نوشی شروع کر دی اور دولت خان کو حکم دیا کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو بھی اندر نہ آنے دیا جائے۔

بادشاہ دیر تک شراب نوشی کرتا رہا یہاں تک کہ نشے سے اِدھر اُدھر گرنے جھکنے لگا۔ دولت خان نے بادشاہ کو مطلع کیا کہ "بالوں کا پانی شراب میں شامل ہو رہا ہے اور جسم کی چادر بھی بھیگ رہی ہے اگر حضور اجازت دیں تو بالوں کو خشک کر دیا جائے۔"

بادشاہ نے اجازت دے دی۔

دولت خان نے مسہری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "حضور اس پر اس طرح لیٹ جائیں کہ بال سرہانے لٹک جائیں تاکہ میں انہیں کپڑے سے پونچھ پونچھ کر خشک کر دوں۔"

بادشاہ نشے میں دھت مسہری پر دراز ہو گیا۔ دولت خان نے نہایت احتیاط اور سلیقے سے بادشاہ کے بالوں کو سرہانے لٹکا دیا اور انہیں کپڑے سے خشک کرنے لگا۔ اس نے دو تین مرتبہ بالوں کو کھینچا اور ہلکے ہلکے جھٹکے بھی دیئے۔ لیکن بادشاہ نشے میں

بے حال اور بے خبر تھا، اس پر دولت خان کی اس حرکت کا کوئی اثر نہ ہوا۔

دولت خان نے بادشاہ کے بالوں کو مسہری کی پٹی سے کس کر باندھ دیا۔ بادشاہ نے نشے میں پوچھا "دولت خان! تو یہ کیا کر رہا ہے؟"

دولت خان نے جواب دیا "حضور! بالوں کو خشک کرنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ بال ہوا میں نہ آئیں، اس لئے میں نے انہیں باندھ دیا ہے۔"

بادشاہ مسکرایا۔ بڑی ترنگ میں بولا "جو جی میں آئے کر پانی کے قطرات نے شراب کا مزہ خراب کر دیا ہے۔"

دولت خان پھرتی سے باہر نکلا اور اپنے ماموں برہان الدین کو اندر لے آیا۔ برہان الدین نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا اور دولت خان سے سرگوشی میں پوچھا "تلوار۔ کوئی تلوار ہے یہاں؟"

دولت خان نے جواب دیا "بادشاہ کی اپنی تلوار جو موجود ہے۔"

بادشاہ نے نشے میں سرگوشیاں اس طرح سنیں گویا وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے۔ اس نے دولت خان کو آواز دی "دولت خان! تو کہاں چلا گیا؟"

دولت خان نے بادشاہ کی تلوار سنبھالی اور برہان الدین بادشاہ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس نے بادشاہ کو نہایت حقارت سے مخاطب کیا "او ذلیل بادشاہ! تیرا یوم حساب آچکا ہے، آنکھیں کھول اور دیکھ کہ تیرے سامنے تیری موت کس آن بان سے کھڑی ہے۔"

بادشاہ نے دھندلی دھندلی نظروں سے برہان کو اپنے سامنے دیکھا تو چکرا گیا پوچھا "یہ دولت خان کہاں مر گیا؟"

دولت خان نے تلوار ہوا میں لہرائی اور کہا "میں بھی موجود ہوں بادشاہ سلامت! اور اللہ نے ماموں کے انتقام کا فرض مجھے سونپا ہے۔"

بادشاہ کی سمجھ میں سارا معاملہ آ گیا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر بندھے ہوئے بالوں نے ناکام کر دیا۔

برہان نے مسکرا کر شرارت آمیز لہجے میں کہا "چپ چاپ پڑا رہ، دیوار میں زندہ چنوا دینے کے مقابلے میں ایک ہی وار میں کام تمام کر دینا نسبتاً شریفانہ عمل ہے اور اس طرح میں تجھ سے زیادہ شریف ہوں۔"

بادشاہ نے چیخ کر کہا "آہ اعتماد خان! تیرا خیال صحیح نکلا۔ میں نے برہان کو معاف کر کے اپنی زندگی کی بدترین غلطی کی تھی۔" پھر برہان سے کہا "لیکن برہان! تو بھی نمک حرامی کی سزا پا کر رہے گا۔"

برہان نے ہنس کر جواب دیا "کوئی پرواہ نہیں۔ لیکن اس وقت تو میں خوش ہوں کہ میں نے اپنا انتقام لے لیا۔"

بادشاہ پھر چیخا "مجھے تیری پارسائی اور تقوے نے دھوکا دیا۔"

برہان نے سختی سے کہا "بدبخت انسان! شور نہ کر۔ اگر تو اس لئے شور کر رہا ہے کہ باہر موجود بیس شیر کش تیری آواز سن کر تیری مدد کو آجائیں گے تو یہ تیرا خیالِ خام ہے کیونکہ میں نے انہیں راضی کر لیا ہے۔ اب وہ میری بادشاہت میں عمدہ عہدے حاصل کر سکیں گے۔"

بادشاہ نے روتے ہوئے کہا "اگر تو مجھے چھوڑ دے تو میں تجھے معاف کر دوں گا اور کوئی اس سے بھی بڑا منصب عطا کر دوں گا۔"

برہان نے جواب دیا "افسوس کہ میں تیری طرح احمق نہیں ہوں۔ تو نے مجھے ایک بار معاف کر دیا تھا۔ لیکن میں تجھے معاف نہیں کر رہا اور اس کا انتقام لے رہا ہوں۔ پھر میں کس طرح یہ یقین کر لوں کہ تو مجھے معاف کر دے گا۔ یہ بات انسانی سرشت کے خلاف ہے۔"

بادشاہ نے دونوں ہاتھ گلے پر رکھ لئے اور دولت خان سے کہا "دولت خان! تو ہی کچھ خیال کر۔"

دولت خان نے اپنے ماموں برہان الدین کی طرف دیکھا۔ ماموں نے گردن کے اشارے سے کارروائی کرنے کا حکم دے دیا۔ دولت خان کی ایک ہی ضرب نے گردن اور دونوں ہاتھوں کو جسم سے الگ کر دیا۔ بادشاہ کا لاشہ پھڑکنے لگا اور پھڑکتے پھڑکتے مسہری کے نیچے آ گیا۔

دولت خان نے پوچھا "ماموں! اب کیا ہوگا؟"

برہان نے جواب دیا "ابھی اعتماد خان کا کام تمام کرنا باقی ہے اور اس کے ساتھ ہی بعض دوسرے امرا کا بھی۔"

دولت خان نے خون آلود تلوار کو بادشاہ کے جسم پر لپٹی ہوئی چادر سے پونچھ کر صاف کیا۔

برہان کمرے سے نکلا اور دس شیر کش سپاہیوں کو بلا کر اندر لے گیا اور بادشاہ کے بے سر لاشے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ اس ناقدرشناس کی لاش ہے جس کو مردم شناسی نہیں آتی تھی۔ اب تم لوگ یہیں موجود رہو گے اور جو جو امراء بادشاہ سے ملاقات کرنے آتے جائیں گے تم ان کا کام تمام کرتے جاؤ گے۔ اس خدمت کا تمہیں میں جو صلہ دوں گا،

بادشاہ نے زندگی بھر کی خدمات کے عوض بھی وہ نہیں دیا۔"

اس کے بعد برہان الدین باہر نکلا اور گانے والیوں کو حکم دیا "بادشاہ کا حکم ہے گانے کا آغاز کیا جائے اور اس میں پورے جوش و خروش سے کام لیا جائے۔"

سازندوں نے ساز چھیڑے اور گانے والیوں کی ایک جماعت نے آواز میں ملا کر گانا شروع کر دیا۔

دوسری طرف برہان، نامی گرامی امرا کو بادشاہ کی طرف سے بلاتا اور قتل کرتا رہا۔ ایک قاصد اعتماد خان کے پاس بھی پہنچ گیا اور بادشاہ کی طرف سے حکم دیا کہ "اعتماد خان فوراً حاضر ہو جائے کیونکہ بعض اہم اور نازک معاملوں پر بات چیت کرنا ہے۔"

اعتماد خان نے پوچھا "بادشاہ سلامت اس وقت کیا کر رہے ہیں؟"

قاصد نے جواب دیا "رقص و موسیقی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔"

اعتماد خان کو شبہ گزرا، بولا "خوب! ایک طرف تو بادشاہ سلامت کو بعض اہم اور نازک معاملات پر بات کرنا ہے اور دوسری طرف اطمینان کا یہ عالم ہے کہ رقص و موسیقی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔"

قاصد نے زور دیا "آپ کو اسی وقت چلنا ہے ورنہ بادشاہ کا عتاب نازل ہو گا۔"

اعتماد خان نے جی کڑا کر کے کہہ دیا "تو بادشاہ سے جا کر کہہ دے کہ اعتماد خان رات کو نہیں آسکتا، صبح آجائے گا۔"

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک دوسرا قاصد بھی پہنچ گیا اور اعتماد خان کو دھمکی دی "امیر اعتماد خان! آپ کو بادشاہ نے اسی وقت یاد فرمایا ہے اور یہ حکم دے دیا ہے کہ اگر اعتماد خان راضی خوشی نہ آئیں تو انہیں گرفتار کر کے حاضر کیا جائے۔"

اعتماد خان ہنس دیا۔ "اب تو میں ہرگز نہیں جاؤں گا کیونکہ میں بادشاہ کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہوں۔ بلانے والوں کو یہ معمولی سی بات نہیں معلوم کہ بادشاہ اپنے خاص امراء کو رات میں نہیں بلاتا اور جب کبھی کبھی ضرورت پڑتی ہے تو رات کی تاریکی میں خود آجاتا ہے!"

اعتماد خان کے انکار نے برہان الدین اور اس کے بھانجے دولت خان کو بہت مایوس کر دیا۔ برہان نے ایک آدمی آہو خانے روانہ کر دیا اور سلیمہ کو طلب کیا۔ لیکن اتنی دیر میں اعتماد خان نے امرا سے ہنگامی ملاقاتیں کیں اور انہیں موہوم خطرے سے آگاہ کیا۔ ان امرا نے فوجوں کو تیاری کا حکم دے دیا اور آہو خانے اور حرم سرا کو اپنی تحویل

میں لے لیا۔

اس دوران برہان الدین نے دربار کے ایک نامی گرامی امیر عبدالصمد شیرازی کو بادشاہ کی طرف سے خلعت بھیجی اور یہ پیغام دیا کہ میرے پاس فوراً آجاؤ کیونکہ میں تمہیں منصبِ وزارت پر فائز کرنا چاہتا ہوں۔"

عبدالصمد شیرازی نے جواب دیا۔" میں یہ خلعت اُس وقت تک قبول نہیں کروں گا جب تک کہ بادشاہ مجھ سے مخاطب نہ ہو۔"

قاصد نے کہا۔" تب پھر آپ میرے ساتھ تشریف لے چلئے اور بادشاہ کا حکم اپنے کانوں سے سن لیجئے۔"

عبدالصمد شیرازی خلعت لے کر قاصد کے ساتھ بادشاہ کے پاس چل دیا۔

شاہی محل کے اس حصے میں، جس سے ملحق کمرے میں بادشاہ کی لاش پڑی تھی محفلِ طرب شباب پر تھی۔ عبدالصمد شیرازی جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا دو طاقتور نوجوانوں نے امیر عبدالصمد کو زمین پر گرا دیا۔ عبدالصمد نے حیران ہو کر پوچھا۔" دوستو یہ کیا کر رہے ہو تم لوگ ؟"

برہان الدین نے عبدالصمد شیرازی کو اپنے پاس بلایا اور بڑی خوش اخلاقی سے کہا۔" شیرازی امیر! کیا تو بادشاہ سے ملنا چاہتا ہے ؟ جواب میں وقت نہ ضائع کر۔ نفی یا اثبات میں سر ہلا کر جواب دے سکتا ہے۔"

شیرازی امیر نے جواب دیا۔" میں بادشاہ کی زبان سے اس کی پیش کش سننا چاہتا ہوں۔"

برہان الدین نے شیرازی امیر کو بادشاہ کی لاش کے پاس اس طرح کھڑا کر دیا کہ اس کے چاروں طرف شیر کش بہادر تلواریں لیے کھڑے تھے۔ اس کے بعد برہان الدین نے اُن امراء کی لاشیں دکھائیں جنہیں دھوکے سے بلوا کر قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد عبدالصمد شیرازی سے کہا۔" میں چاہوں تو تجھے بھی قتل کرا دوں۔ لیکن میں تجھے اپنا وزیر بنانا چاہتا ہوں۔ بول، تیری کیا رائے ہے ؟"

عبدالصمد شیرازی نے کہا۔" برہان الدین! کیا تو بتا سکتا ہے کہ یہ ذلیل اور نمک حرامی کا کارنامہ کس نے انجام دیا ہے ؟"

دولت خان نے تلوار کی نوک شیرازی امیر کے پہلو میں چبھو دی۔" شیرازی امیر! اپنی اوقات میں رہ، اور کسی کو ذلیل یا نمک حرام مت کہہ، ورنہ ایک ہی وار میں بادشاہ کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

عبدالصمد شیرازی نے جواب دیا۔" میں ستر سالہ بوڑھا موت سے نہیں ڈرتا اور تجھ جیسے غاصب اور نمک حرام کی وزارت قبول کر کے نمک حرامی نہیں کر سکتا۔"

دولت خان نے تلوار کی نوک پیٹ میں اُتار دی اور جب وہ گر کر تڑپنے لگا تو برہان الدین نے اس کے منہ پر تھوک دیا۔

برہان الدین نے بڑی کوشش کی کہ سلیمہ کو حاصل کر لے لیکن ناکام رہا، اُس نے فیصلہ کیا کہ پہلے مخالف اور صف آراء ہونے والے اُمرا کا صفایا کر دیا جائے اس کے بعد وہ گجرات کا حکمران ہو جائے گا اور ہر چیز اس کے اختیار اور تصرف میں ہو گی۔

دوسرے دن صبح اعتماد خان اور دوسرے اُمراء متحد ہو کر برہان کے مقابلے پر آگئے۔ برہان الدین نے بھی سر پر چترِ شاہی کا سایہ کیا اور شاہی محل کی فوج لے کر وفادار اُمرا کے مقابل پہنچ گیا۔ برہان الدین کہہ رہا تھا۔" بہادرو! ان نمک حراموں کو ایسی سزا دینا ہے کہ وہ دوبارہ مقابلے پر آنے کی ہمت بھی نہ کر سکیں۔ آگے بڑھو اور انہیں روند کچل کر ٹھکانے لگا دو۔"

مقابلے پر اعتماد خان موجود تھا اس نے چلا کر کہا۔" او نمک حرام انسان! میں نے تجھے صحیح پہچانا تھا۔ بادشاہ بھولا تھا، تیرا شکار ہو گیا لیکن میں تجھے کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لئے زندہ ہوں۔"

اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔ برہان موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہا تھا۔ اس عالم میں اس نے اپنے عقب میں عریشہ، دلربا، چاندنی اور سلیمہ کی سواریاں اپنی طرف آتے دیکھیں۔ سلیمہ نے دُور ہی سے مخاطب کیا۔" امیر برہان! میں آگئی ہوں اور زندگی بھر تیرے قدموں میں رہوں گی۔"

چاندنی نے کہا۔" امیر برہان! جنگ بند کر اور مجھے اپنے ساتھ لے کر کہیں بھاگ چل میں رزم آرائیوں سے تنگ آچکی ہوں۔"

دلربا نے کہا۔" اگر تم دونوں چلے گئے تو میں کہاں جاؤں گی ؟ اپنے ساتھ مجھے بھی لے چلو۔"

عریشہ نے درخواست کی۔" امیر برہان! ذرا سوچو تو۔ تم سے سب سے زیادہ قریب میں رہی ہوں، اس لئے پہلا حق میرا ہے، بعد میں کسی اور کا۔"

برہان پر توِ الٰہی کے ان پیکروں کو اپنے قریب دیکھ کر سب کچھ بھول گیا۔ وہ سلیمہ کو سب سے زیادہ پسند کرتا تھا۔ لیکن اب ان چاروں کو اپنے قریب دیکھ کر برہان سرشار ہو گیا۔ اس نے ان چاروں کو اپنے پاس بلایا اور انہیں چترِ شاہی کے سائے میں لے لیا۔ اس دوران اعتماد خان اور دوسرے اُمراء کی وفادار فوجوں نے برہان الدین پر فیصلہ کن

حملہ کر دیا۔ برہان الدین گھبرا گیا۔ اس نے بھاگنا چاہا لیکن خواتین نے اسے روک لیا اور اسی کشمکش میں مقتول بادشاہ کا ایک اور وفادار امیر شیروان خان آگے بڑھا اور برہان الدین کو نیچے گرا لیا۔ برہان الدین کا گرنا تھا کہ اس کی فوجوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ شیروان خان اور اعتماد خان، برہان الدین کے سر پر پہنچ گئے۔ اعتماد خان نے للکارا۔ "او نمک حرام! اب تو کہاں جائے گا بچ کر!"

امیر شیروان خان زمین پر ڈھیر برہان پر جھک گیا اور اس کے منہ پر تھوک دیا۔ امیر برہان نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور کہا۔ "شیروان خان! تو اس منہ پر تھوک رہا ہے جس سے میں ذکرِ الٰہی کرتا رہا ہوں۔"

امیر شیروان نے جواب دیا۔ "او بدبخت جھوٹے انسان! یہ پرتوِ الٰہی کے پیکر خاص کر اس لئے تیرے پاس بھیجے گئے تھے کہ تو ان کے جلووں میں گم ہو جا اور ہم اپنی کارروائی اطمینان سے اختتام کو پہنچا دیں۔"

برہان نے آخری بار سلیمہ کو دیکھنا چاہا۔ وہ اس کے پاس کھڑی مسکرا رہی تھی۔ شیروان خان کا نیزہ اٹھا اور برہان کے سینے میں اتر گیا۔ ایک خوفناک چیخ بلند ہوئی۔ دوسری طرف اعتماد خان نے دولت کا کام تمام کر دیا۔ بعض شیر کش جیالے بھی مارے گئے۔ برہان کی حمایتی سپاہ نے راہِ فرار اختیار کی۔

برہان زمین پر چت پڑا سسکیاں لے رہا تھا۔ شیروان خان نے اس کے پاؤں میں رسی باندھ دی اور اعتماد خان نے نہایت ادب و احترام سے چاندنی، دلربا، عریشہ اور سلیمہ سے درخواست کی کہ اس کو کھینچ کر شاہی محل کی سیر کرا دیں۔ بادشاہ کی حرم کو نجانے کیوں اس وقت برہان سے ہمدردی ہو گئی اور انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

اعتماد خان اور شیروان خان نے برہان کا سسکتا ہوا جسم چند سپاہیوں کے حوالے کر دیا اور یہ حکم دیا کہ اسے بازاروں اور گلیوں میں کھینچا جائے تاکہ مقتول محمود شاہ ثانی کی رعایا اپنے بادشاہ کے غدار اور نمک حرام کا حشر دیکھ کر خوش ہو سکے۔

جب برہان کے نیم جان لاشے کو کھردری راہوں پر کھینچا گیا تو حرم کی سبھی خواتین رونے لگیں۔ اگر برہان پرتوِ الٰہی کے ان پیکروں کی آنکھوں میں یہ آنسو دیکھ لیتا تو اپنی تمام اذیتوں اور دکھوں کے باوجود خوشی محسوس کرتا کہ چند حسین اس کے حشر پر آنسو بہا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک نزاعی بات تھی۔ کیونکہ اعتماد خان اور اس جیسے دوسرے امراء نے ان خواتین کو روتے دیکھا تو یہ رائے قائم کی کہ وہ مقتول بادشاہ کے غم میں سوگوار اور آنسو بہانے پر مجبور ہیں۔

